بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

مختصر اور جامع تفسیری نکات

تذکیر بالقرآن

Reflections from Qur'an

قرآن مجید کی منتخب آیات کی تفسیر

A Summary of Qur'anic Teachings

Part – 10

English - Urdu

حافظ محمد ابو بکر سجاد علوی (خطیب لندن)

Seymour Road

London,

United Kingdom

Telephone: +44 7853099327

www.hafizsajjad.com

پارہ – 10

اہم تفسیری نکات

قرآن مجید کا دسواں پارہ سورۃ انفال کی بقیہ آیات 41 تا 75 اور سورۃ توبہ کی پہلی 93 آیات پر مشتمل ہے۔

سیاق وسباق: نویں پارے کے آخر میں سورۃ انفال کا آغاز ہوا تھا جس کے اہم موضوعات میں معرکہ بدر پر تبصرہ، نبی اکرمؐ کی خاصیات واعزازات، باہمی تعلقات کی اصلاح(فاتقو اللہ واصلحو ذات بینکم)،سچّے اہل ایمان کی صفات: خوف خدا، اللہ پر توکّل، اقامت صلوٰۃ، صدقہ وخیرات(اولٰئک ھم المومنون حقا)، غزوہ بدر کا پس منظر اور پیش منظر، اللہ کے ہر کام میں حکمت، یوم بدر کے دن نبی کریمؐ کی دعا، حق کی فتح(لیحق الحق بکلامتہ)، فرشتوں کا نزول، اہل اسلام کی نصرت، اصل مددگار ہستی: صرف اللہ ربّ العالمین(وماالنّصر الّا من عند اللہ)۔اس کے بعد سمع واطاعت کا حکم، سمع ومعصیت نہ کرو، اللہ ورسولؐ کی پکار پر لبیک کہو(استجیبو للّہ وللرسول اذا دعاکم)، دلوں کا پھیرنا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے(واعلمو انّ اللہ یحول بین المرء وقلبہ)، دین پر ثابت قدمی، نیکی کو موقع ہاتھ سے نہ جانے دو، مخصوص فتنہ سے ڈرو جب انفرادی نیکیاں اجتماعی سزاء سے نہیں بچا سکیں گی(واتّقو فتنۃ لا تصیبن الذین ظلمو منکم خاصّہ)۔اس کے بعد تقویٰ کی برکات: فرقان، کفّارہ سیئات، مغفرت، اعمال صالحہ کی توفیق، قرآن کو قصّہ ماضی سمجھنے والوں کی غلط فہمی(ان ھٰذا الّا اساطیر الاوّلین)، دعوت حق کے مقابلے میں اکڑ اور جاہلانہ رویّہ، استغفار سے عذاب ٹل جاتا ہے(وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون)، مسجد کے اندر یا مسجد کے قریب شور شرابہ کی مذمت(وماکان صلاتھم عند البیت الّا مکاءً و تصدیہ)، مال کے زور پر حق کے راستے میں روڑے اٹکانے والے(ینفقون اموالھم لیصدوا عن سبیل اللہ)، اسلام دشمن مکروہ کردار کی مذمت بیان کی گئی۔

اسی پس منظر کی روشنی میں دسویں پارے کا آغاز ہوتا ہے۔

دسویں پارے کا پہلا رکوع: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ--- (انفال۔41)

رکوع کے تفسیری موضوعات

نویں پارے کی آخری آیات میں منکرین حق کو مربیانہ خطاب: مغفرت کی پیشکش(ان ینتھو یغفرلھم ما قد سلف)، بہترین سرپرست اور حقیقی مددگار ہستی: صرف اللہ ربّ العالمین(نعم المولیٰ و نعم النّصیر)۔

دسویں پارے کے آغاز میں مال غنیمت کے بقیہ احکامات، کا ذکر ہے۔مال غنیمت کے مصارف،مال غنیمت کے حوالے سے انسانی کمزوریوں کی نشاندہی،یوم بدر کی منظر کشی، غیر متوقع جنگ، غیر متعین وقت، غیر متعین جگہ، غزوہ بدر میں نزول ملائکہ کی طرف اشارہ(وماانزلنا علیٰ عبدنا یوم الفرقان)،اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے(انّ اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر)،دشمن کی تعداد کا نفسیاتی اثر،دلوں کے بھید جاننے والی ہستی(انّ اللہ علیم بذات الصدور)۔تمام معاملات اللہ کی طرف(والی اللہ ترجع الامور)۔

تقوٰی، باہمی اخوت، ہمدردی، اللہ رسولؐ کی اطاعت،

مال غنیمت کے حوالے سے انسانی کمزوریوں کی نشاندہی

مال غنیمت کے مصارف

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (انفال-41)

اور جان لو کہ جو کچھ تمہیں بطور غنیمت ملے خواہ کوئی چیز ہو تو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے اگر تمہیں اللہ پر ایمان ہے اور اس چیز (وحی) پر جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلہ کے دن (بدر والے دن) اتاری جس دن دونوں لشکر باہم مقابل ہوئے تھے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

Consumption of *Ghanimah* Properties!

Know that whatever spoils you take, one-fifth is for Allah and the Messenger, his close relatives, orphans, the poor, and ˹needy˺ travellers, if you ˹truly˺ believe in Allah and what We revealed to Our servant on that decisive day when the two armies met ˹at Badr˺. And Allah is Most Capable of everything. (8:41)

Ghanimah is applied to property which is acquired after triumph. According to the ancient Divine teachings no one

was allowed to benefit from such properties. Such properties were, rather, gathered and placed on some open spot where lightening would come from the heavens and burn these up. This was the sign that their effort was accepted. One of the few unique distinctions bestowed upon the Final Prophet Muhammad (PBUH) was that *Ghanimah* properties were made lawful (Halal) for the Muslim Ummah. In these verses the rules of distribution of Ghanimah properties are introduced. As explained before, such properties belong to God and His Messenger. They alone have the right to dispose of them. In this verse, it is stated how God and His Messenger decided to dispose of such properties.

Since the Prophet (peace be on him) devoted all his time to the cause of Islam, he was not in a position to earn his own living. Hence, some arrangement had to be made for the maintenance of the Prophet (peace be on him) as well as for his family, and the relatives dependent upon him for financial support. Hence a part (one-fifth of the *Ghanimah*) was specified for that purpose. There is, however, some disagreement among jurists as to whom this share should go to after the Prophet's death. Some jurists are of the view that after the Prophet's death the rule stands repealed.

In this verse, the day of Badr has been called the day of distinction between the true and the false. The reason is that Muslims secured a clear victory at Badr. This happened as a ground reality on that day, yet it was, by extension, a day of decision also, the ultimate decision between truth and falsehood.

اس آیت میں مال غنیمت کے احکام کا ذکر ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ : غنیمت سے مراد وہ مال ہے جو جنگ میں فتح کے بعد حاصل ہو۔ پہلی امتوں میں اس کے لئے یہ طریقہ تھا کہ جنگ ختم ہونے کے غنیمت کا سارا مال ایک جگہ جمع کر دیا جاتا تھا اور آسمان سے آگ آتی اور اسے جلا کر بھسم کر ڈالتی۔ لیکن امت مسلمہ کے لئے یہ مال غنیمت حلال کر دیا گیا۔ خاتم الانبیاء ﷺ کو جو چند خصوصیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ مال غنیمت آپ کی امت کے لئے حلال کر دیا گیا (حدیث مسلم)۔

جو مال بغیر لڑائی کے صلح کے ذریعہ یا جزیہ و خراج سے وصول ہو اسے مال فے کہا جاتا ہے تھوڑا ہو یا زیادہ، قیمتی ہو یا معمولی سب کو جمع کر کے اس کی حسب ضابطہ تقسیم کیا جائے گا۔ کسی سپاہی کو اس میں سے کوئی چیز تقسیم سے قبل اپنے پاس رکھنے کی اجازت نہیں۔

فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ: (مال غنیمت) میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ آیت کے اس حصے میں مال غنیمت کے مصارف بیان کئے جا رہے ہیں۔ آیت میں اللہ کا لفظ تو بطور تبرک کے آیا ہے، نیز اس لئے ہے کہ ہر چیز کا اصل مالک وہی ہے۔ اس آیت میں اللہ اور اس کے رسول کے حصہ سے ایک ہی حصہ مراد ہے، یعنی سارے مال غنیمت کے پانچ حصے کر کے چار حصے تو ان لوگوں میں تقسیم کئے جائیں گے جنہوں نے جنگ میں حصہ لیا۔ پانچواں حصہ، جسے عربی میں خمس کہتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ اس کے پھر پانچ حصے کئے جائیں گے۔ ایک حصہ رسول اللہ ؐ کا (اور آپ ؐ کے بعد اسے مفاد عامہ میں خرچ کیا جائے گا) جیسا کہ خود آپ ؐ بھی یہ حصہ مسلمانوں پر ہی خرچ فرماتے تھے بلکہ آپ ؐ نے فرمایا بھی ہے 'میرا جو پانچواں حصہ ہے وہ بھی مسلمانوں کے مصالح پر ہی خرچ ہوتا ہے۔ دوسرا حصہ رسول اللہ ؐ کے قرابت داروں کا، پھر یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں یعنی بے وطن لوگ، مہاجرین وغیرہ کا حق ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ خمس حسب ضرورت خرچ کیا جائے یعنی ان بیان کردہ مصارف یا مدات میں سے جہاں زیادہ ضرورت ہو وہاں پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس حوالے سے مال غنیمت کی تقسیم کا اختیار امام وقت یا خلیفہ وقت کو ہے۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ: اور جو کچھ ہم نے اپنے بندے پر یوم فرقان (یعنی بدر والے دن) نازل فرمائی۔ اس نزول سے مراد فرشتوں کا نزول اور آیات الٰہی یعنی معجزات وغیرہ کا نزول ہے جو غزوہ بدر میں ہوا۔ بدر کی جنگ ۲ ہجری ۱۷ رمضان المبارک کو ہوئی تھی۔ اس دن کو یوم الفرقان اس لئے کہا گیا ہے کہ حق اور باطل کے درمیان فیصلے کا دن تھا۔ اس دن حق کو فتح اور باطل کو شکست ہوئی۔

یوم بدر کی منظر کشی

غیر متوقع جنگ، غیر متعین وقت، غیر متعین جگہ

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِى الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَىَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ۔ (انفال۔42)

یاد کرو وہ وقت جبکہ تم وادی کے اِس جانب تھے اور وہ دُوسری جانب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے اور قافلہ تم سے نیچے (ساحل) کی طرف تھا۔ اور اگر تم آپس میں کوئی وعدہ کرتے تو ضرور وقت پر برابر نہ پہنچتے لیکن اللہ کو منظور تھا کہ جو کام ہو کر رہنے والا تھا اسے کر ہی ڈالے تا کہ جو ہلاک ہو تو دلیل پر (یعنی یقین جان کر) ہلاک ہو اور جو زندہ رہے، وہ بھی دلیل پر (حق پہچان کر) زندہ رہے۔ بیشک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

Un-planned battle!

⸢Remember⸣ when you were on the near side of the valley, your enemy on the far side, and the caravan was below you. Even if the two armies had made an appointment ⸢to meet⸣, both would have certainly missed it. Still it transpired so Allah may establish what He had destined—that those who were to perish and those who were to survive might do so after the truth had been made clear to both. Surely Allah is All-Hearing, All-Knowing. (8:42)

The Holy Qur'an has virtually outlined in these verses a whole map of the battle of Badr to give a clear picture of this event.

This verse also indicates that the battle of Badar was not planned since the Muslim force was after the caravan. Had the two groups made plans to meet in a battle, at a specific time and location, they both probably would have missed each other.

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى: اس آیت میں غزوہ بدر کے محاذ جنگ کا نقشہ پیش کیا گیا ہے اور منظر کشی بیان کی گئی۔ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا سے مراد وہ کنارہ جو مدینہ شہر کے قریب تھا۔ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى سے مراد وہ کنارہ جو مدینہ سے دور تھا۔ قصویٰ کہتے ہیں دور کو۔ دشمنان اسلام کا لشکر اس کنارے پر تھا جو مدینہ سے دور تھا۔ اہل اسلام کا لشکر اس کنارے پر تھا جو مدینہ طیبہ کے قریب تھا۔ بدر کا مقام بلندی پر واقع ہے اس لحاظ سے مسلمان بلندی پر تھے جبکہ دشمن مغرب کی طرف نشیب میں تھا۔

وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِى الْمِيْعٰدِ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا: دوسرا نکتہ اس آیت کے اندر یہ بیان کیا گیا کہ جنگ بدر کوئی پلاننگ کے تحت دن اور تاریخ مقرر کرکے نہیں لڑی گئی۔ اگر جنگ کے لئے باقاعدہ دن اور تاریخ کا ایک دوسرے کے ساتھ وعدہ یا اعلان ہوتا تو ممکن تھا کہ کوئی فریق لڑائی کئے بغیر ہی پسپائی اختیار کرلیتا لیکن چونکہ اس جنگ کا ہونا اللہ نے لکھ دیا تھا اس لئے ایسے اسباب پیدا کردیئے گئے کہ دونوں فریق بدر کے مقام پر ایک دوسرے کے مقابل بغیر پیشگی وعدہ وعید کے، صف آرا ہوجائیں۔

لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ: یہ علت ہے اللہ کی اس مشیت کی جس کے تحت بدر میں فریقین کا اجتماع ہوا، تاکہ جو ایمان پر زندہ رہے تو وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے اور اسے یقین ہو کہ دین اسلام برحق ہے کیونکہ اس کی حقانیت کا مشاہدہ وہ بدر میں کرچکا ہے اور جو کفر کے ساتھ ہلاک ہو تو بھی دلیل کے ساتھ ہلاک ہو کیونکہ یوم بدر کو اس پر یہ واضح ہوچکا ہے کہ مشرکین کا راستہ باطل اور گمراہی کا راستہ ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے ذریعے ایمان کو کفر سے ممتاز کردیا۔ اس آیت کے آخری جملے کی تفسیر سیرۃ ابن اسحاقؒ میں ہے کہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کفر کرنے والے دلیل ربانی دیکھ لیں گو کفر ہی پر رہیں اور ایمان والے بھی دلیل کے ساتھ ایمان لائیں۔ اب جو کفر پر رہے وہ بھی کفر کو کفر سمجھ کے رہے اور جو صاحب ایمان ہوجائے تو وہ بھی دلیل دیکھ کر ایمان دار بنے۔

اس آیت کے الفاظ میں ہلاکت سے مراد کفر اور حیات وزندگی سے مراد اسلام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایمان ہی دلوں کی حیات ہے اور ایمان کے بغیر زندگی میں روح کی ہلاکت ہے۔ جیسے فرمان الٰہی ہے اومن کان میتا فاحييناه۔۔ یعنی وہ جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندگی بخشی یعنی اس کے لئے ایمان کا نور بنادیا کہ اس کی روشنی میں وہ چل پھر سکے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے قصّے میں الفاظ ہیں کہ پھر جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوگیا یعنی بہتان میں حصہ لیا۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے بہتان عائشہ میں حصہ لیا وہ ہلاکت میں مبتلا ہوگیا۔ (بحوالہ ابن کثیرؒ)

دشمن کی تعداد کا نفسیاتی اثر

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِىْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَّلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ (انفال۔43)

(اور وہ واقعہ یاد کیجئے) جب اللہ نے آپؐ کے خواب میں ان کی تعداد کو کم کر کے دکھایا۔ اگر وہ تمھیں اُن کی تعداد زیادہ دکھا دیتا تو ضرور تم لوگ ہمت ہار جاتے اور لڑائی کے معاملہ میں جھگڑا شروع کر دیتے، لیکن اللہ نے (مسلمانوں کو پس ہمتی اور باہمی نزاع سے) بچا لیا۔ بیشک وہ سینوں کی (چھپی) باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔

⌜Remember, O Prophet,⌝ when Allah showed them in your dream as few in number. Had He shown them to you as many, you ⌜believers⌝ would have certainly faltered and disputed in the matter. But Allah spared you ⌜from that⌝. Surely, He knows best what is ⌜hidden⌝ in the heart. (8:43)

This refers to the time when the Prophet (peace be on him) was leaving Madina along with his companions, or was on his way to Badr for the encounter with the Quraysh and did not have any definite information about the strength of the enemy. In a dream, however, the Prophet (peace be on him) had a vision of the enemy. On the basis of that vision, the Prophet (peace he on him) estimated that the enemy, was not too powerful. Later when the Prophet (peace be on him) narrated his dream to his companions, they; were also encouraged and boldly went ahead to confront the enemy.

This event (visibility of low numbers) took place twice. Once, it was shown to the Holy Prophet in a dream which he related to all of them, and which renewed their courage and resolve. The second time, when the two groups stood facing each other on the battlefield itself, their number was shown to Muslims as being small.

The **wisdom** behind this illusion was to make sure that none of the two sides were to put an end to the war by deserting the battlefield.

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دشمن کے لشکر کی تعداد کم دکھائی اور وہی تعداد آپؐ نے صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمائی، جس سے ان کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ یہ چیز ان کی ثابت قدمی کا باعث بن گئی۔ اگر اس کے برعکس دشمن کی تعداد زیادہ دکھائی جاتی تو صحابہ کرام میں باہمی اختلاف کا اندیشہ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے انہیں پست ہمتی اور باہمی نزاع سے بچا لیا۔

دلوں کے بھید جاننے والی ہستی

اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ (انفال۔43)

وہ (اللہ) دلوں کے بھیدوں سے خوب آگاہ ہے۔

Indeed, He has the best knowledge of that which is in (your) hearts.

It means that Allah swt does what He wills, and He commands as He wills. He can make a minority overcome a majority and weakness overtake strength. He may make less become more and more become less.

تمام معاملات اللہ کی طرف

وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔(انفال۔44)

بالآخر، سارے معاملات اللہ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں۔

And to Allah ˹all˺ matters will be returned ˹for judgment˺. (8:44)

دوسرا رکوع: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً۔۔۔ (انفال۔45)

رکوع کے تفسیری موضوعات

کامیابی کیلئے قرآنی ہدایات:کامیابی کے اصول،1۔استقامت۔2۔یادالٰہی(فاثبتو واذکر اللہ)،3۔قرآن وسنّت کی پیروی،4۔اتحادو یکجہتی،اختلاف وانتشار کی ممانعت(ولا تنازعوفتفشلو وتذھب ریحکم)،5۔صبر وثبات،غرور وتکبر کرنے والوں کا انجام،شیطان کے مزین کئے گئے اعمال(واذ زیّن لھم الشیطٰن اعمالھم)۔

کامیابی کیلئے قرآنی ہدایات

Qur’anic instructions to success

کامیابی کے اصول: استقامت،یادالٰہی

يٓ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔(انفال۔45)

اے ایمان لانے والو،جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

Key to success: Be steadfast and remember Allah!

O you who have believed! When you face an enemy, stand firm and remember Allah often so you may be successful. (8:45)

Qur'anic instructions for success are being mentioned in this verse. The first principle of success/victory is steadfastness. This includes firmness of both body and soul. The second principle of success is the Dhikr of Allah (remembering Allah) even in the most difficult circumstances. To remember Allah and to be confident about it is like a powerful energy which can make a weak person strong. With this energy a person can overcome against personal discomfort or emotional anxiety in the most difficult scenarios. This makes a person strong enough to face any kind of situation. At this stage, let us keep in mind that war time is usually a terrible time when no one remembers anyone, and everyone is consumed with the thought of self-preservation. Therefore, this verse tells that God almighty must not be forgotten in any situation.

Also worth pondering over at this point is the fact that no other act of worship (Ibadah), except the Dhikr of Allah, has been commanded in the entire Qur'an with the instruction that it be done abundantly. The reason is that the Dhikr of Allah is easy to do, a convenient act of worship indeed. You do not have to spend a lot of time and effort doing it, nor does it stop you from doing something else on hand. On top of that, this is an exclusive grace from Allah swt who has not placed any precondition or restriction of *Wudu* (ablution), *Taharah* (state of purity from major or minor impurities), dress and facing towards Qiblah (direction of Ka'bah) etc., in its performance. This can be done by anyone under all states, with Wudu or without, standing, sitting or lying down. And Dhikr of Allah is not limited to the act of remembering Allah only verbally or by heart, instead of which, any permissible act which is performed by remaining within the parameters of obedience to the Holy Prophet shall also be counted as the Dhikr of Allah. This is supported by what is said in some narrations: The sleep of a practical scholar is counted as worship. There is nothing unusual about it as we commonly notice that people who handle hard labour would habitually take to a set of words or some beat or jingle or song and are heard humming it while working. The Holy Qur'an has blessed Muslims with an alternate for it, something which is based on countless advantages and wise considerations. Therefore, towards the end of the verse, it was said: so that you may be successful. It means if you went on to master these two tested techniques of standing firm and remembering Allah - and used it on the most difficult situation - then, you can be sure that victory, prosperity and success are all yours.

اس آیت میں اہل اسلام کو وہ آداب بتائے جارہے ہیں جن کو دشمن سے مقابلے کے وقت ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔سب سے پہلی بات ثابت قدمی اور عزم و استقلال ہے، کیونکہ اس کے بغیر میدان جنگ میں ٹھہرنا ممکن ہی نہیں ہے تاہم اس سے تحرف اور تحیز کی وہ دونوں صورتیں مستثنیٰ ہوں گی جن کی پہلے وضاحت کی جاچکی ہے۔کیونکہ بعض دفعہ ثابت قدمی کے لئے بھی تحرف یا تحیز ناگزیر ہوتا ہے۔دوسری ہدایت یہ ہے یہ کہ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو۔ مشکل ترین حالات میں بھی ذکر الٰہی نہ چھوڑو تا کہ مسلمان اگر تھوڑے ہوں تو اللہ کی مدد کے طالب رہیں اور اللہ بھی کثرت ذکر کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ رہے اور اگر مسلمان تعداد میں زیادہ ہوں تو کثرت کی وجہ سے ان کے اندر عجب اور غرور پیدا نہ ہو، بلکہ اصل توجہ اللہ کی امداد پر ہی رہے۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: لا تمنوا لقاء العدو ، فإذا لقيتموهم فاصبروا۔یعنی دشمن سے جنگ کی تمنا نہ کرو'ہاں! اگر جنگ شروع ہو جائے تو پھر صبر واستقامت دکھاؤ۔(بخاری)

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: لا تتمنوا لقاء العدو ، وسلوا الله العافية۔یعنی دشمن سے جنگ کرنے کی تمنا رکھو بلکہ اللہ سے عافیت کی دعا مانگا کرو۔

قرآن وسنّت کی پیروی کا حکم

اختلاف وانتشار کی ممانعت، ثابت قدمی کی تاکید

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔

(انفال۔46)

اور اللہ اور اس کے رسُول کی فرمانبرداری کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی صبر سے کام لو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

Obedience, Unity and Self-restraint!

Obey Allah and His Messenger and do not dispute with one another, or you would be discouraged and weakened. Persevere! Surely Allah is with those who persevere. (8:46)

Help and support from Allah (swt) can be expected to come only through obedience to Him. Negligence and disobedience can only be the causes of the displeasure of Allah and a certain deprivation from whatever grace could come from Him. Thus, in the above verses, we have been given four instructions for success:

1. Steadfastness and firmness
2. Dhikr of Allah (Remembering Allah in every situation)
3. Obedience of Allah and His Messenger
4. Unity
5. Self-restraint

In this verse the believers were asked to exercise self-restraint. They were required to refrain from haste, panic, consternation and greed. They were counselled to proceed cool-headedly and to take well-considered decisions. They were also asked to refrain from acting rashly under provocation; to desist from taking hasty action out of impatience. They were also asked to exercise control over themselves lest they were tempted by worldly gains. All these instructions are implicit in the Qur'anic directive of patience given to the Muslims. God extends all help and support to those who exercise 'patience' (sabr) in the above sense.

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ: اس آیت میں اللہ اور رسول کی اطاعت یعنی قرآن وسنّت کی پیروی کا حکم دیا جارہا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے ویسے تو ہر حالت میں اللہ اور رسول کی اطاعت ضروری ہے۔ تاہم میدان کارزار میں اس کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے اور اس موقع پر تھوڑی سی بھی نافرمانی اللہ کی مدد سے محرومی کا باعث بن سکتی ہے۔

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ: اگلی ہدایت کہ آپس میں تنازع اور اختلاف نہ کرو، اس سے تم بزدل ہو جاؤ گے اور ہوا اکھڑ جائے گی۔ یہاں یہی بات بھی قابل نظر ہے کہ قرآن کریم نے اس جگہ لَا تَنَازَعُوْ فرمایا ہے یعنی صرف باہمی تنازعات کو روکا ہے اختلاف رائے کے اظہار سے منع نہیں کیا۔ اختلاف رائے جو دیانت اور اخلاص کے ساتھ ہو وہ کبھی نزاع کی

صورت اختیار نہیں کیا کرتا۔ نزاع وجدال وہیں ہوتا ہے جہاں اختلاف رائے کے ساتھ اپنی بات منوانے اور دوسرے کی بات نہ ماننے کا جذبہ کام کر رہا ہو۔ اور یہی وہ جذبہ ہے جس کو قرآن کریم نے وَاصْبِرُوْا کے لفظ سے ختم کیا ہے اور آخر میں صبر کرنے کا ایک عظیم الشان فائدہ بتلا کر صبر کی تلخی کو دور فرمادیا۔ ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ یعنی صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر حال میں ان کا رفیق ہوتا ہے اور یہ اتنی بڑی دولت ہے کہ دونوں جہان کی ساری دولت اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔

فخر وغرور کی روش اختیار نہ کرو

حق کے راستے میں روڑے اٹکانے والے

غرور وتکبر کرنے والوں کا انجام

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ (انفال۔47)

اور ان لوگوں جیسا نہ ہونا جو اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کے لیے گھروں سے نکل آئے اور جن کی روش یہ ہے کہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہے۔

Do not be like those who left their homes arrogantly, only to be seen by people and to hinder others from Allah's Path. And Allah is Fully Aware of what they do. (8:47)

According to authentic reports, when Abu Sufyan succeeded in getting past the range of attack with his trade caravan, he sent a courier to Abu Jahl bearing the message that there was no need for him to go any further and that he should better return. Many other Quraysh chiefs had also concurred with this advice. But, driven by his pride, arrogance and the desire for recognition, Abu Jahl declared on oath that they would not return until they reach the site of Badr and celebrate their victory there for a few days.The outcome was that he and his fellow leaders

found themselves dumped there forever. Muslims have been instructed in this verse to abstain from the methods like arrogance and pride adopted by Abu Jahal and his fellow leaders of Makkah.

اس سے پہلی آیات میں ثابت قدمی، اخلاص، یاد الٰہی، اتحاد و اتفاق کی نصیحت فرمائی گئی تھی، انتشار و اختلاف سے منع کیا گیا تھا۔

اس آیت میں قریش مکہ کی مشابہت سے روکا جارہا ہے کہ جس طرح وہ حق کو مٹانے اور لوگوں میں اپنی بہادری دکھانے کے لئے فخر و غرور اور متکبرانہ چال کے ساتھ مقابلہ کیلئے نکلے تم ایسا نہ کرنا۔ قریش مکہ جب اپنے قافلے کی حفاظت اور لڑائی کی نیت سے نکلے، تو بڑے فخر و غرور اور تکبر سے نکلے تھے۔ اس آیت میں اہل اسلام کو اس قسم کے متکبرانہ اور جاہلانہ رویے سے منع کیا گیا ہے۔ ابو جہل سے جب کہا گیا تھا کہ ابو سفیان کا قافلہ تو بچ گیا جس کی حفاظت کیلئے وہ مکہ سے نکلے تھے لہٰذا اب واپس مکہ چلنا چاہئے تو اس نے جواب دیا کہ کیسی واپسی؟ ہم تو بدر کی جگہ پڑاؤ کریں گے۔ وہاں شراب و شباب کی محفلیں سجیں گیں، اپنی فتح کا جشن منائیں گے تا کہ پورے عرب میں ہماری بہادری اور فتح کی شہرت ہو جائے۔ اللہ کی شان کہ سرداران مکہ کے ارمان قدرت نے پلٹ دیئے۔ یوم جشن ان کیلئے یوم مرگ بن گیا۔ میدان بدر ان کیلئے موت کا گڑھا ثابت ہوا۔ جس جگہ وہ خوشی منانے کا ارادہ رکھتے تھے وہیں ان کی ہلاکت اور تدفین ہوئی۔ یہ اللہ کی شان کبریائی کا ثبوت ہے۔ کیونکہ اللہ کو تکبر پسند نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو عاجزی پسند ہے۔

شیطان کے مزیّن کئے گئے اعمال

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ (انفال۔48)

اور جس وقت شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظروں میں خوشنما کر دیا اور کہا کہ آج کے دن لوگوں میں سے کوئی بھی تم پر غالب نہ ہو گا اور میں تمہارا حمایتی ہوں پھر جب دونوں فوجیں سامنے ہوئیں تو وہ اُلٹے پاؤں پھر گیا اور کہنے لگا کہ میرا تمہارا ساتھ نہیں ہے، میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم لوگ نہیں دیکھتے، مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے اور اللہ بڑی سخت سزا دینے والا ہے۔

Deception of Shaitan!

And ˹remember˺ when Satan made their ˹evil˺ deeds appealing to them, and said, "No one can overcome you today. I am surely by your side." But when the two forces faced off, he cowered and said, "I have absolutely nothing to do with you. I certainly see what you do not see. I truly fear Allah, for Allah is severe in punishment."(8:48)

Since its beginning, Surah al-Anfal has been dealing with the actual events and circumstances of the battle of Badr along with subsequent lessons learnt and related injunctions given.
One such event from here relates to the Shaitan who misled the leaders of Makkah, exhorted them to go to battle against Muslims and then he disengaged, and left them all by themselves right there in the middle of the battlefield.
Did this deception of the Shaitan take the form of scruples put into the hearts of the Quraysh? Or did the Shaitan come to them in human form and talked to the Quraysh face to face? Both probabilities exist here. But the words of the Qur'an seem to support the second eventuality - that the Shaitan misled them by appearing in a human form before them.

When the Shaitan saw the force of angels during the battle of Badar, he virtually saw trouble for himself as he knew their power. As for his statement that he was scared of Allah, some scholars have suggested that his fear is justified in its own place because he is fully aware of the perfect power of Allah (swt). However, simple fear without faith and obedience is useless.

The Qur'an has mentioned this habit of the Shaitan repeatedly. One such verse says: "It is like the Shaitan when he tells man: "Disbelieve." Then, after he becomes a disbeliever, he says: "I have nothing to do with you. I am scared of Allah, the Lord of all the worlds". (59:16)

قریش جب مکہ سے روانہ ہوئے تو انہیں اپنے حریف قبیلے بنی بکر بن کنانہ سے اندیشہ تھا کہ وہ پیچھے سے انہیں نقصان نہ پہنچائے چنانچہ شیطان سراقہ بن مالک کی صورت بنا کر آیا، جو بنی بکر بن کنانہ کے ایک سردار تھے، اور انہیں نہ صرف فتح وغلبہ کی بشارت دی بلکہ اپنی حمایت کا بھی پورا یقین دلایا۔ لیکن جب ملائکہ کی صورت میں امداد الٰہی شیطان کو نظر آئی تو ایڑیوں کے بل بھاگ کھڑا ہوا۔

اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ: مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے۔ اللہ کا خوف شیطان کے دل میں کیا ہونا تھا؟ تاہم اسے یقین ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کو اللہ کی خاص مدد حاصل ہے قریش مکہ ان کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکیں گے اس لئے اس نے خوف خدا کا بہانہ بنا کر اپنی جان چھڑائی۔

یہ سب روایات امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ شیطان لعین کی یہ عام عادت ہے کہ انسان کو برائی میں مبتلا کر کے عین موقع پر الگ ہو جاتا ہے قرآن کریم نے اس کی یہ عادت بار بار بیان فرمائی ہے۔ ایک آیت میں ہے: کَمَثَلِ الشَّیۡطٰنِ اِذۡ قَالَ لِلۡاِنۡسَانِ اکۡفُرۡ ۚ فَلَمَّا کَفَرَ قَالَ اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّنۡكَ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔

وَاللّٰہُ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ: اور اللہ بڑی سخت سزا دینے والا ہے۔ ممکن ہے یہ شیطان کے کلام کا حصہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے جملہ مستانفہ ہو۔

تیسرا رکوع: اِذۡ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ۔۔۔ (انفال۔49)

رکوع کے تفسیری موضوعات

منافقین کا پروپیگنڈہ، توکّل علی اللہ، بداعمالیوں کے نتائج، اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا(وانّ اللّٰہ لیس بظلّام للعبید)، گناہوں کا وبال(فاخذھم اللّٰہ بذنوبھم)، اللہ کی نعمت کو باقی رکھنے کا ضابطہ، قوم فرعون کی ہلاکت کی وجہ: اپنی اصلاح نہ کرنا، بدعہدی ایک خلاف اسلام عادت ہے، سزا کا مقصد: اصلاح:لعلّھم یذکّرون، صلح وجنگ کے اصول، معاہدہ صلح کو ختم کرنے کی صورت(وامّا تخافنّ من قوم خیانۃ۔۔)، خیانت: اکبر الکبائر(انّ اللّٰہ لایحب الخائنین)۔

منافقین کا پروپیگنڈہ

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (انفال۔49)

اس وقت منافق اور جن کے دلوں میں مرض تھا کہتے تھے کہ انہیں (یعنی اہل ایمان کو) ان کے دین نے مغلوب کر رکھا ہے۔ اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

⌜Remember⌝ when the hypocrites and those with sickness in their hearts said, "These ⌜believers⌝ are deluded by their faith." But whoever puts their trust in Allah, surely Allah is Almighty, All-Wise. (8:49)

Observing that a small number of resourceless Muslims ware getting ready to confront the powerful Quraysh and the hypocrites as well. The Quresh and hypocrites were sure that the Muslims would face a total defeat. They were puzzled by how the Prophet (peace be on him), in whom the Muslims believed, had cast such a spell over them that they were altogether incapable of rational calculation and were hence rushing straight into loss and self -destruction.

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ: اس سے مراد منافقین اور وہ رسمی مسلمان ہیں جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور اہل اسلام کی کامیابی کے بارے میں انہیں شک تھا، یا اس سے مراد قریش مکہ ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ مدینہ میں رہنے والے دوسرے مذاہب کے لوگ مراد ہوں۔ یہ لوگ مسلمانوں کے بارے طعنہ آمیز گفتگو کر رہے تھے کہ ان کی تعداد تو دیکھو اور بے سروسامانی بھی ظاہر ہے لیکن مقابلہ کرنے چلے ہیں قریش مکہ سے، جو تعداد میں بھی ان سے کہیں زیادہ ہیں اور ہر طرح کے سامان حرب اور وسائل سے مالامال بھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ غَرَّ هٰٓؤُ لَاءِ دِيْنُهُمْ یعنی ان کے دین نے ان کو دھوکے اور فریب میں ڈال دیا ہے۔ اور یہ موٹی سی بات بھی ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی۔ اس کے جواب میں اللہ تعالی نے فرمایا: وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ یعنی جو شخص اللہ پر توکل اور بھروسہ کر لیتا ہے تو یاد رکھو کہ وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالی سب پر غالب ہے اس کی حکمت کے سامنے سب کی عقل و دانش بے معنی رہ جاتی

ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے اوپر بھروسہ کرنے والوں کو بے سہارا نہیں چھوڑتا اور حکیم بھی ہے اس کے ہر فعل میں حکمت بالغہ ہے جس کے ادراک سے انسانی عقلیں قاصر ہیں۔

توکل علی اللہ

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (انفال۔49)

اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

Whoever puts their trust in Allah, surely Allah is Almighty, All-Wise. (8:49)

بداعمالیوں کے نتائج

اللہ اپنے بندوں پر زیادتی نہیں کرتا

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ (انفال۔51)

(اے قریش مکہ!) یہ ان (اعمال) کی سزا ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں۔اور یہ (جان رکھو) کہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

This is ˹the reward˺ for what your hands have done. And Allah is never unjust to ˹His˺ creation." (8:51)

Addressing the Quresh of Makkah, the Quran says that the punishment of this world and the Hereafter was nothing but what they had earned with their own hands. It means that the punishment coming to them was a direct outcome of their own deeds. And as for Allah (swt), He was not the kind of authority who would bring injustice upon His servants and go about subjecting someone to punishment just for no reason.

(اے قریش مکہ) یہ ذلت و پستی جو بدر میں شکست کی صورت میں تمہارے اوپر آئی ہے یہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں، بلکہ وہ تو عادل ہے جو ہر قسم کے ظلم وجور سے پاک ہے۔

حدیث قدسی: حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یا عبادی انّی حرّمت الظلم علٰی نفسی فجعلہ بینکم محرماً فلا تظالمو۔۔۔ کہ اے میرے بندو! میں نے اپنے نفس پر ظلم وزیادتی کو حرام کیا ہے اور میں نے اسے تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے پس تم ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی مت کرو۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جو میں نے شمار کر کے رکھے ہوئے ہیں، پس جو اپنے اعمال میں بھلائی پائے۔ اس پر اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے برعکس پائے تو وہ اپنے آپ کو ہی ملامت کرے (صحیح مسلم)

گناہوں کا وبال

كَدَأْبِ اٰلِ فِرْعَوْنٌۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ (انفال۔52)

یہ معاملہ ان کے ساتھ اُسی طرح پیش آیا جس طرح آلِ فرعون اور ان سے پہلے کے دُوسرے لوگوں کے ساتھ پیش آتا رہا ہے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اللہ نے ان کے گناہوں پر انہیں پکڑ لیا۔ بے شک، اللہ تعالیٰ قوت رکھتا ہے اور سخت سزا دینے والا ہے۔

Punishment of Sins!

Their fate is that of the people of Pharaoh and those before them—they all disbelieved in Allah's signs, so Allah seized them for their sins. Indeed, Allah is All-Powerful, severe in punishment. (8:52)

دَأْب کے معنی ہیں عادت۔ کاف تشبیہ کے لئے ہے۔ یعنی ان مشرکین کی عادت یا حال، اللہ کے پیغمبروں کے جھٹلانے میں، اسی طرح ہے جس طرح فرعون اور اس سے قبل دیگر منکرین کی عادت یا حال تھا۔

اللہ کی نعمت کو باقی رکھنے کا ضابطہ

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌۙ۔ (انفال۔53)

یہ اللہ کی اِس سنت کے مطابق ہوا کہ وہ کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو عطا کی ہو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنے طرزِ عمل کو نہیں بدل دیتی۔ اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

This is because Allah would never discontinue His favour to people until they discontinue their faith. Surely Allah is All-Hearing, All-Knowing. (8:53)

چوتھی آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے انعام وعطا کے قائم اور باقی رکھنے کا ایک ضابطہ بیان فرمایا۔ ارشاد فرمایا: بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰي قَوْمٍ حَتّٰي يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو نعمت کسی قوم کو عطا فرماتے ہیں اس کو اس وقت تک بدلتے نہیں جب تک یہ لوگ خود ہی اپنے حالات اور عمال کو نہ بدل دیں۔

حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ: اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک کوئی قوم کفران نعمت کا راستہ اختیار کرکے اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے اعراض کرکے اپنے احوال واخلاق کو نہیں بدل لیتی، اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں کے دروازے بند نہیں فرماتا۔ دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ گناہوں کی وجہ سے اپنی نعمتیں سلب فرمالیتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے انعامات کا مستحق بننے کے لئے ضروری ہے کہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ گویا تبدیلی اور اصلاح کا مطلب یہی ہے کہ قوم گناہوں کو چھوڑ کر اطاعت الٰہی کا راستہ اختیار کرے۔

قوم فرعون کی ہلاکت کی وجہ: اپنی اصلاح نہ کرنا

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْۗ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ۔ (انفال۔54)

یہ (عذاب بھی) قوم فرعون اور ان سے پہلے کے لوگوں کے دستور کی مانند ہے، انہوں نے (بھی) اپنے رب کی نشانیوں کو جھٹلایا تھا سو ہم نے ان کے گناہوں کے باعث انہیں ہلاک کر ڈالا اور ہم نے آل فرعون کو (دریا میں) غرق کر دیا اور وہ سب کے سب ظالم تھے۔

That was the case with Pharaoh’s people and those before them—they all rejected the signs of their Lord, so We destroyed them for their sins and drowned Pharaoh’s people. They were all wrongdoers. (8:54)

اس آیت میں اسی بات کی تاکید ہے جو پچھلی آیت میں گزری، البتہ اس میں ہلاکت کی صورت کا اضافہ ہے کہ انہیں غرق کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا عام قانون یہ ہے کہ جب کسی قوم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں مبذول ہوں اور وہ ان کی قدر نہ پہچانے اور اللہ کے سامنے نہ جھکے تو اس کی نعمتیں مصیبتوں سے بدل دی جاتی ہیں۔ قوم فرعون اور ان سے پہلی اقوام نے بھی جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہ کی تو ان سے نعمتیں چھین لی گئی اور نعمتوں کے بجائے عذاب میں پکڑ لئے گئے۔

فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ: اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کیا۔ اس کے علاوہ اس آیت میں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ اللہ نے قوم فرعون کو غرق کر کے ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ یہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ اللہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو بھی گناہوں اور سرکشی والے راستے پر چلے گا تو اس کو اپنے گناہوں کے وبال کیلئے تیار رہنا چاہئے۔

بدعہدی ایک خلاف اسلام عادت ہے

نقص عہد کا ارتکاب

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ۔ (انفال۔56)

جن لوگوں سے تم نے (صلح کا) عہد کیا ہے پھر وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑ ڈالتے ہیں اور اللہ کا خوف نہیں رکھتے۔

⸢namely⸣ those with whom you ⸢O Prophet⸣ have entered into treaties, but they violate them every time, not fearing the consequences. (8:56)

یہ آیت مدینہ منورہ میں آباد قبائل بنو قریظہ اور بنو نضیر کے متعلق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ پہنچ کر اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔ اس کا آغاز مواخات مدینہ سے کیا۔ یعنی مدینہ کے اندر مہاجرین و انصار کے درمیان تمام وطنی اور قومی عصبیتوں کو ختم کر کے ایک نئی قومیت اسلام کے نام پر قائم فرمائی۔ ہجرت مدینہ کے بعد دوسرا قدم آپؐ نے یہ اٹھایا کہ یہود مدینہ جو اب مسلمانوں کے پڑوسی بن گئے تھے ان کے ساتھ ایک معاہدہ کیا گیا۔ جس کو میثاق مدینہ کہا جاتا ہے اس کا سب سے اہم جزء یہ تھا کہ یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف کسی بیرونی دشمن کی مدد اعلانیہ یا خفیہ مدد نہیں کریں گے۔ اسی طرح باہمی اختلاف کے وقت رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ سب کے لئے واجب الاتباع ہو گا۔ لیکن ان لوگوں نے غزوہ بدر کے وقت عہد شکنی کر کے مشرکین مکہ کو اسلحہ اور سامان جنگ سے مدد پہنچائی۔ مگر جب غزوہ بدر کا انجام مسلمانوں کی فتح مبین اور قریش مکہ کی ہزیمت و شکست کی صورت میں سامنے آیا تو پھر یہ لوگوں حضور اکرمؐ کے سامنے حاضر ہو کر معذرت پیش کی کہ اس مرتبہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔ ہمیں معاف فرمادیں آئندہ عہد شکنی نہیں کریں گے۔ حضور اکرمؐ نے اپنے حلم و کرم کی وجہ سے دوبارہ معاہدہ کی تجدید فرمائی۔

مگر یہ لوگ اپنی سرشت سے مجبور تھے غزوہ احد میں مسلمانوں کی ابتدائی شکست اور نقصان کا علم ہو کر ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور ان کا سردار کعب بن اشرف خود سفر کرکے مکہ پہنچا اور مشرکین مکہ کو اس پر آمادہ کیا گیا کہ اب وہ پوری تیاری کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کریں وہ ان کے ساتھ ہوں گے۔ یہ دوسری عہد شکنی تھی جو ان لوگوں نے اسلام کے خلاف کی۔ آیت مذکورہ میں ان کی اس عہد شکنی کا ذکر فرمایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے آپ نے معاہدہ کرلیا مگر یہ ہر مرتبہ اپنے عہد کو توڑتے رہے۔ پھر ساری دنیا نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ان لوگوں نے اپنی اس بدعہدی کی سزاء چکھی۔ ان کے قبائل مدینہ سے جلاوطن کئے گئے۔ ابو جہل کی طرح کعب بن اشرف مارا گیا۔

اس آیت میں بتایا گیا کہ جو لوگ بدعہدی کرتے ہیں در صل وہ خوف خدا سے عاری ہوتے ہیں: وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ۔

سزا کا مقصد اصلاح: لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ

سورۃ انفال آیت 57 میں غدّاروں کی سزا کا ذکر ہے مگر اسی آیت کے آخر میں بڑا حکیمانہ جملہ ارشاد فرمایا گیا: لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ فرماکر رب العالمین کی رحمت عامہ کی طرف اشارہ کردیا کہ اس سزا کا اصل مقصد کوئی انتقام لینا یا اپنے غصہ کو فرو کرنا نہیں ہے بلکہ یہ ایک مصلحت کے تحت ہے کہ شاید یہ صورت حال دیکھ کر یہ لوگ کچھ ہوش کے ناخن لیں اور اپنے کئے پر نادم ہو کر اپنی اصلاح کرلیں۔

صلح اور جنگ کا ایک اہم اصول

معاہدہ صلح کو ختم کرنے کی صورت

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ۔(انفال۔58)

اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو ان کا عہد ان کی طرف برابری کی بنیاد پر پھینک دیں۔ بیشک اللہ دغابازوں کو پسند نہیں کرتا۔

Violation of Peace Treaty!

And in case you ˹O Prophet˺ see signs of betrayal from any people (with whom you have a covenant), respond by openly terminating your treaty with them. Surely Allah does not like the traitors. (8:58)

The Prophet (Peace be upon him) said:

وَمَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحُلَّنَّ عُقْدَةً وَلَا يَشُدَّهَا حَتَّى يَنْقَضِي أَمَدُهَا، أَوْ يَنْبُذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاء

Whoever has a treaty of peace with a people, then he should not break any part of it or make it harder until the treaty reaches its appointed term. Or he should declare the treaty null and void on equal terms.

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو جنگ و صلح کا ایک اہم اصول بتایا گیا ہے جس میں معاہدہ کی پابندی کی خاص اہمیت کے ساتھ یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ اگر کسی وقت معاہدہ کے دوسرے فریق کی طرف سے خیانت یعنی عہد شکنی کا خطرہ پیدا ہو جائے تو یہ ضروری نہیں کہ ہم معاہدہ کی پابندی کو بدستور قائم رکھیں لیکن یہ بھی جائز نہیں کہ معاہدہ کو صاف طور پر ختم کر دینے سے پہلے ہم ان کے خلاف کوئی اقدام کریں بلکہ صحیح صورت یہ ہے کہ ان کو اطمینان و فرصت کی حالت میں اس سے آگاہ کر دیا جائے کہ تمہاری بدنیتی یا خلاف ورزی ہم پر ظاہر ہو چکی ہے یا یہ کہ تمہارے معاملات مشتبہ نظر آتے ہیں اس لئے ہم آئندہ اس معاہدہ کے پابند نہیں رہیں گے تم کو بھی ہر طرح اختیار ہے کہ ہمارے خلاف جو کارروائی چاہو کرو۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ: مطلب یہ ہے کہ جس قوم کے ساتھ کوئی معاہدہ صلح ہو چکا ہے اس کے مقابلہ میں کوئی جنگی اقدام کرنا خیانت میں داخل ہے اور اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے اگرچہ یہ خیانت دشمن کافروں ہی کے حق میں کی جائے۔ وہ بھی جائز نہیں البتہ اگر دوسری طرف سے عہد شکنی کا خطرہ پیدا ہو جائے تو ایسا کیا جا سکتا ہے کہ کھلے طور پر ان کو اعلان کے ساتھ آگاہ کر دیں کہ ہم آئندہ معاہدہ کے پابند نہیں رہیں گے۔ مگر یہ اعلان ایسی طرح ہو کہ مسلمان اور دوسرا فریق اس میں برابر ہوں۔ یعنی ایسی صورت نہ کی جائے کہ اس اعلان و تنبیہ سے پہلے ان کے مقابلہ کی تیاری کر لی جائے اور وہ خالی الذہن ہونے کی بنا پر تیاری نہ کر سکیں بلکہ جو کچھ تیاری کرنا ہے وہ اس اعلان و تنبیہ کے بعد کریں۔ یہ ہے اسلام کا عدل و انصاف کہ خیانت کرنے والے دشمنوں کے بھی حقوق کی حفاظت کی جاتی ہے اور مسلمانوں کو ان کے مقابلہ میں اس کا پابند کیا جاتا ہے۔

خیانت: اکبر الکبائر

اِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ۔

بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ (الانفال۔58)

Surely Allah does not like those who betray. (8:58)

حدیث: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّہٗ بِئْسَ الْضَجِیْعُ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخِیَانَۃِ فَاِنَّھَابِئْسَتِ الْبِطَانَۃُ۔

اے اللہ! میں بھوک سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اس لیے کہ یہ بُرا ساتھی ہے اور میں خیانت سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، بے شک یہ بدترین باطنی خصلت ہے۔(سنن نسائی)

چوتھا رکوع: وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔۔۔ (انفال۔59)

رکوع کے تفسیری موضوعات

منکرین حق غلط فہمی میں نہ رہیں، اپنے گھوڑے تیار رکھو، اپنا دفاع مضبوط رکھو(واعدّولھم ماستطعتم من قوّۃ)، دفاع دین اسلام، انفاق فی سبیل اللہ، اللہ کی راہ میں مالی ایثار(وما تنفقو من شی فی سبیل اللّہ یوفّ الیکم)، صلح کے احکامات، دشمن سے بھی صلح ہو سکتی ہے، صلح کی پیشکش قبول کر لینے میں کوئی حرج نہیں(وان جنحو للسّلم فاجنح لھا)، صلح حدیبیہ، دھوکے بازوں سے مقابلے کیلئے اللہ کافی ہے(وان یریدو ان یخدعوک فانّ حسبک اللہ)، اسلامی اخوّت اللہ تعالیٰ کا انعام(والّف بین قلوبھم)، تمہارے لئے اللہ ہی کافی ہے(حسبک اللہ)، اللہ کی راہ میں استقامت اور ثابت قدمی کی اہمیت، غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور اکرمؐ کو ہدایات، لوگوں کو قیدی بنانے کے بجائے اصل نصب العین پر توجہ دی جائے، اصل مشن طاغوت کا خاتمہ، مال غنیمت کی حلت۔

منکرین حق غلط فہمی میں نہ رہیں

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّھُمْ لَا یُعْجِزُوْنَ۔ (انفال۔59)

منکرینِ حق اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ وہ بازی لے گئے، بیشک وہ(اللہ کو)عاجز نہیں کر سکتے۔

Let not the deniers of the truth be deluded that they will gain any advantage. Surely, they, can never cause failure [to Allah]. (8:59)

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کوئی مجرم گناہگار اگر کسی مصیبت اور تکلیف سے نجات پا جائے اور پھر بھی توبہ نہ کرے بلکہ اپنے جرم پر ڈٹا رہے تو یہ اس کی علامت نہ سمجھو کہ وہ کامیاب ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے چھوٹ گیا بلکہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی گرفت میں ہے اور یہ ڈھیل اس کے عذاب اور مصیبت کو اور بڑھا رہی ہے گو اس کو محسوس نہ ہو۔

اپنے گھوڑے تیار رکھو

اپنا دفاع مضبوط رکھو

دفاع دین اسلام

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ۔۔۔ (انفال۔60)

اور جہاں تک ہو سکے (دشمن کی جارحیت) سے مقابلے کی تیاری رکھو۔۔

Be prepared against aggression!

Make your defence strong!

Meet the challenges regarding defence!

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ: اس آیت میں دفاع اسلام کی تیاری کے بارے میں احکام ہیں۔یعنی دفاعی ساز و سامان کی تیاری کرو جس قدر تم سے ہو سکے۔اس میں سامان جنگ کی تیاری کے ساتھ مَّا اسْتَطَعْتُمْ کی قید لگا کر یہ اشارہ فرما دیا کہ تمہاری کامیابی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تمہارے دشمن کے پاس جیسا اور جتنا سامان ہے تم بھی اتنا ہی حاصل کر لو۔بلکہ اتنا کافی ہے کہ جس کی تم حتی المقدور استطاعت رکھتے ہو۔تم اپنے وسائل کے مطابق تیاری کرو اور اللہ سے نصرت کی دعا بھی کرو۔ان شاء اللہ تم کامیاب رہو گے اور تمہارا دشمن ناکام و نامراد رہے گا۔

مِّنْ قُوَّةٍ: قرآن کریم نے اس جگہ اس زمانہ کے مروجہ ہتھیاروں کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ قوت کا عام لفظ اختیار فرما کر اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ دفاع اسلام کیلئے قوت ہر زمانہ اور ہر ملک و مقام کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے۔ لفظ قوت میں وہ علوم و فنون بھی شامل ہیں جو دفاع اسلام کیلئے ضروری ہیں۔زمانہ کے بدلنے کے ساتھ دفاع اسلام کی نوعیت مختلف ہو سکتی ہے۔

ایک حدیث مبارکہ کے اندر نبی کریم ﷺ نے زبان سے جہاد کا بھی حکم دیا: جاهدوا المشركين باموالكم وانفسكم والسنتكم۔(ابوداؤد، نسائی) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح دفاع و جہاد ہتھیاروں سے ہوتا ہے بعض اوقات زبان سے بھی ہوتا ہے اور قلم بھی زبان ہی کے حکم میں ہے۔ اسلام پر کفر و الحاد کے حملوں اور تحریفوں کی مدافعت زبان یا قلم سے کرنا اس صریح نص کی بنیاد پر جہاد میں داخل ہے۔

اسی طرح دفاع اسلام کیلئے مال کی ضرورت بھی پڑتی ہے بلکہ سامان حرب تو مال ہی کے ذریعہ تیار کیا جاسکتا ہے۔ اس لحاظ سے دفاع اسلام کیلئے مالی ایثار بھی جہاد میں داخل ہے۔ اس لئے اسی آیت کے اگلے حصّے میں میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت اور اس کا اجر عظیم اس طرح بیان فرمایا ہے کہ اس راہ میں تم جو کچھ بھی خرچ کروگے اس کا پورا پورا بدلہ تمھیں دے دیا جائے گا۔

انفاق فی سبیل اللہ!

راہ خدا میں مالی ایثار کرو!

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ۔ (انفال۔60)

اور تم جو کچھ (بھی) اللہ کی راہ میں خرچ کروگے تمھیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم سے ناانصافی نہ کی جائے گی۔

Spend in the cause of Allah!

Make investment in Allah's way!

Whatever you spend in the cause of Allah will be paid to you in full and you will not be wronged. (8:60)

In this part of the verse, the great merit and reward of spending wealth in the way of Allah has been described by saying that 'the return for whatever you spend in the way of Allah shall be given to you in full.'

دشمن کے خلاف جنگ میں جو چیز سب سے زیادہ مدد دیتی ہے وہ ہے مالی ایثار۔ اس لئے اللہ تعالٰی نے انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّـهِ۔۔ اور جو کچھ تم خرچ کروگے اللہ کی راہ میں "خواہ یہ قلیل ہو یا کثیر يُوَفَّ إِلَيْكُمْ" وہ پورا پورا تمھیں دیا جائے گا" یعنی قیامت کے روز اس کا اجر کئی گنا کرکے ادا کیا

جائے گا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کئے گئے مال کا ثواب سات سو گنا تک، بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھا کر دیا جائے گا۔
وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ: "اور تمہاری حق تلفی نہ ہو گی"۔ یعنی تمہارے لئے اس کے اجر و ثواب میں کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی۔

صلح کے احکامات

دشمن سے بھی صلح ہو سکتی ہے

صلح کی پیشکش قبول کرلو!

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (اعراف۔61)

اگر دشمن صلح و سلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لیے آمادہ ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو، یقیناً وہی سننے اور جاننے والا ہے۔

Accept Peace Deal!

If they incline towards peace, incline you as well to it, and trust in Allah. Surely, He is All-Hearing, All-Knowing. (8:61)

The purpose of this verse is that there is no harm in making a peace deal or offer of reconciliation when it is available, even it is proposed by the opponents.

اس آیت میں صلح کے احکام اور اس کے متعلقات کا بیان ہے۔
وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا: معنی یہ ہیں کہ اگر دشمن کسی وقت صلح کی طرف جھکیں تو آپ کو بھی جھک جانا چاہئے۔ یہاں صیغہ امر استعمال ہوا ہے لیکن یہ امر اختیاری ہے کہ جب دشمن صلح کی طرف مائل ہوں تو آپؐ کو بھی اختیار ہے اگر صلح میں مصلحت محسوس کریں تو صلح کر سکتے ہیں۔ صلح میں پیش قدمی بھی بقول فقہاء جائز اور اشارات نصوص سے ثابت ہے۔
اگر حالات جنگ کے بجائے صلح کے متقاضی ہوں اور دشمن بھی مائل بہ صلح ہو تو صلح کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

اگر صلح سے دشمن کا مقصد دھوکا اور فریب دینا ہو تب بھی گھبرانے کی ضرورت نہیں اللہ پر بھروسہ رکھیں، یقیناً اللہ دشمن کے فریب سے بھی محفوظ رکھے گا، اور وہ آپ کو کافی ہے۔ اسی آیت کی تعمیل میں حدیبیہ والے دن نبی کریم ﷺ نے مشرکین مکہ سے صلح کر لی جس کے نتیجے میں صلح حدیبیہ کا امن معاہدہ طے پایا۔

دھوکے بازوں سے مقابلے کیلئے اللہ کافی ہے

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (انفال۔62)

اور اگر وہ (مخالفین اسلام) دھوکے کی نیت رکھتے ہوں تو (فکر مند نہ ہوں) تمہارے لیے اللہ کافی ہے وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعہ سے تمہاری تائید کی۔

Allah is sufficient against deceivers!

But if their intention is only to deceive you, then Allah is certainly sufficient for you. He is the One Who has supported you with His help and with the believers. (8:62)

The purpose of this verse is that if the intention of the opponents is bad and if their real motive regarding reconciliation is a deceptive strike against you - even then, you do not have to bother about it because Allah is sufficient as your supporter.

The Islamic principle is that if the enemy is inclined towards reconciliation, then Muslims should welcome the move and should not be reluctant to make peace even if they are unsure whether or not the enemy is sincere about peace deal. Since it is impossible to know the true intention of others, allowance should be made for their words. If the enemy is sincere in their offer of reconciliation, the Muslims should not continue bloodshed because of suspected intention of the enemy. This is important for Muslims to keep the moral superiority during encounters.

اسلامی اخوت: اللہ تعالیٰ کا انعام

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۗ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۗ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (انفال۔63)

اور (اسی اللہ نے) ان (اہل ایمان) کے دلوں میں باہمی الفت پیدا فرمادی۔ اگر آپؐ وہ سب کچھ جو زمین میں ہے خرچ کر ڈالتے تو (ان تمام مادی وسائل کے باوجود) بھی آپ ان کے دلوں میں (یہ) الفت پیدا نہ کرسکتے لیکن اللہ نے ان کے درمیان محبت پیدا فرمادی۔ بیشک وہ بڑے غلبہ والا حکمت والا ہے۔

Mutual Love and Unity is a blessing of Allah!

He (Allah) brought their hearts together. Had you spent all the riches in the earth, you could not have united their hearts. But Allah has united them. Indeed, He is Almighty, All-Wise. (8:63)

The strong bond of love and brotherhood that developed among the companions despite the fact that they came from a variety of tribes which had long-standing traditions of mutual enmity. This was a Special Favour of Allah. Uniting the hearts of different people and infusing them with love and concern for each other is something beyond human control. To turn severe enmity into deep love and affection within a span of two or three years witnessed in regard to the Muslim community during the life of Prophet (peace be upon him) was doubtlessly a Divine Gift. This can be done only by Him who has created all. Allah's support was the deciding factor in this development, and this only serves to emphasize that Muslims should always seek and depend on Allah's support and favour rather than on worldly factors.

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان پر جو احسانات فرمائے، ان میں سے ایک بڑے احسان کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ کی مومنین کے ذریعے سے مدد فرمائی۔ صحابہ کرام آپؐ کے دست بازو اور محافظ و معاون بن گئے۔ مومنین پر یہ احسان فرمایا کہ ان کے درمیان پہلے جو عداوت تھی، اسے محبت والفت میں تبدیل فرما

دیا، پہلے وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، اب ایک دوسرے کے جانثار بن گئے، پہلے ایک دوسرے کے دلی دشمن تھے اب آپس میں رحیم وشفیق ہوگئے صدیوں پرانی باہمی عداوتوں کو اس طرح ختم کرکے، باہم پیار اور محبت پیدا کردینا یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی اور اس کی قدرت ومشیت کی کارفرمائی تھی، ورنہ یہ ایسا کام تھا کہ دنیا بھر کے خزانے بھی اس پر خرچ کر دیئے جاتے تب بھی یہ گوہر مقصود حاصل نہ ہوتا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس احسان کا ذکر اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا۔ (آل عمران:103)

اس کے ساتھ اس آیت میں یہ بھی بتلادیا گیا کہ مختلف لوگوں کے دلوں کو جوڑ کر ان میں الفت ومحبت پیدا کرنا کسی انسان کے بس کا کام نہیں صرف اس ذات کا کام ہے جس نے سب کو پیدا کیا ہے۔ اگر کوئی انسان ساری دنیا کی دولت بھی اس کام کے لئے خرچ کرڈالے کہ باہم منافرت رکھنے والے لوگوں کے دلوں میں الفت پیدا کردے تو وہ کبھی اس پر قابو نہیں پاسکتا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کے قلوب میں باہمی الفت ومحبت اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ جماعتوں اور افراد کے درمیان وحدت واتفاق ایک ایسی چیز ہے جس کے محمود اور مفید ہونے سے کسی مذہب وملت اور کسی فکر ونظر والے کو اختلاف نہیں ہوسکتا اور اسی لئے ہر شخص جو لوگوں کی اصلاح کی فکر کرتا ہے وہ ان کو آپس میں متفق کرنے پر زور دیتا ہے ۔ اس وجہ سے قرآن میں یہی کی ہدایت فرمائی گئی کہ سب مل کر اللہ کی رسّی (کتاب وسنّت) کو مضبوط تھام لو تو آپس کے جھگڑے ختم ہوکر اتفاق کامل پیدا ہوجائے گا۔

ایک اور آیت کے اندر محبت کا نسخہ بتایا گیا: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ یعنی جو لوگ ایمان لائیں اور نیک اعمال عمل کریں اللہ ان کے درمیان محبت ومودّت پیدا فرمادیں گے۔

آج اتحاد کی بات تو سب کرتے ہیں مگر اتحاد کے معنی ہر شخص کے نزدیک یہ ہوتے ہیں کہ لوگ میری بات مان لیں تو اتفاق ہوجائے۔ اور دوسرے بھی اتحاد کے لئے اسی فکر میں ہوتے ہیں کہ وہ ہماری بات مان لیں تو اتفاق ہوجائے۔ حالانکہ جب آراء کا اختلاف فطری اور ضروری ہے تو یہ ظاہر ہے کہ قیامت تک آپس میں اتفاق نہیں ہوسکتا۔ اتحاد کی فطری صورت وہ ہی ہے جو قرآن نے بتلائی کہ سارے فریقین اللہ کے دین پر متفق ہوجائیں۔ اس لئے قرآن میں ہدایت فرمائی گئی کہ سب مل کر اللہ کی رسّی یعنی اللہ کے دین (قرآن وسنّت) کو مضبوطی سے تھام لو تو آپس کے جھگڑے ختم ہوکر اتحاد کامل پیدا ہو سکتا ہے۔

پیغمبرؐ کو تسلّی اور حوصلہ افزائی(حسبک اللہ)

تمہارے لئے اللہ کافی ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (انفال۔64)

اے نبیؐ، تمہارے لیے اور تمہارے فرمانبردار اہلِ ایمان کے لیے تو بس اللہ کافی ہے۔

Allah is sufficient for you!

O Prophet! Allah is sufficient for you and for the believers who follow you. (8:64)

The Holy Prophet has been comforted by telling him that Allah is sufficient for him and his followers. So, he should have no fear of an enemy, no matter how big, strong, numerous or well-equipped. Commentators have said that this verse was revealed before actual encounter in the battle of Badr so that the companions, small in numbers and virtually unequipped, would not be overawed by the heavy numerical and technical superiority of their enemy.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّـهُ۔ ”اے نبی اللہ آپ کو کافی ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو کافی ہے۔وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ ”اور آپ کے متبعین اہل ایمان کے لئے (بھی) کافی ہے۔‘ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لئے، جو اس کے رسول کے اطاعت گزار ہیں، کافی ہونے کا اور ان کے دشمنوں کے خلاف فتح و نصرت کا وعدہ ہے۔ جب صحابہ کرام نے ایمان اور اتباع رسولؐ کو اختیار کیا تو ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دین و دنیا کی پریشانیوں سے ان کے لئے کافی ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی کفایت تو صرف اپنی شرط کے معدوم ہونے پر معدوم ہوتی ہے۔

پانچواں رکوع: يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ۔۔۔ (انفال۔65)

رکوع کے تفسیری موضوعات

استقامت، صبر اور ثابت قدمی

حق کی خاطر لڑنے کا جذبہ بیدار کرو!

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ۔ (انفال۔65)

اے نبیؐ! ایمان والوں کو حق کی خاطر لڑنے پر آمادہ کریں۔ اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر سو آدمی ایسے ہوں تو منکرین حق میں سے ہزار آدمیوں پر بھاری رہیں گے کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔ (سو وہ اس قدر جذبہ و شوق سے نہیں لڑسکتے جس طرح اہل ایمان حق کی خاطر لڑتے ہیں)۔

Motivation, Steadfastness and Resilience!

O Prophet, motivate the believers to battle (for Justice). If there are twenty steadfast among you, they will overcome two hundred. And if there are one hundred of you, they will overcome a thousand of those whohave disbelieved, for they are a people who lack understanding. (8:65)

The encounter at Badr was the very first battle the companions had ever fought. At that time, they were in a terrible condition. They were low in numbers with limited resources. Therefore, in that situation they were commanded to confront one thousand enemy. They were promised Divine help and support if they were to show resilience and steadfastness.

تحریض کے معنی ہیں ترغیب میں مبالغہ کرنا یعنی خوب رغبت دلانا اور شوق پیدا کرنا۔ چنانچہ اس قرآنی حکم کے مطابق نبی کریم ﷺ کسی بھی جنگ سے قبل صحابہ کرام کو جہاد کی ترغیب دیتے اور اس کی فضیلت بیان فرماتے تھے۔ جیسا کہ غزوہ بدر کے موقع پر، جب دشمنان اسلام اپنی بھاری تعداد اور بھرپور وسائل کے ساتھ میدان میں مقابلے کیلئے موجود تھے تو آپؐ نے صحابہ کرام کا حوصلہ بڑھایا۔

سعد بن جبیرؒ اور ابن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے وقت اتری جب کہ مسلمانوں کی تعداد صرف چالیس تھی۔ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت صحابہ کرام کے بارے میں اتری ہے۔(بحوالہ ابن کثیرؒ بحوالہ مستدرک حاکم)

اس آیت سے بعض مفسرین نے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ اگر دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہو تو اجتماعی خودکشی کے بجائے حکمت عملی کے تحت لڑائی سے پیچھے ہٹنا بزدلی نہیں۔ بلکہ بعض دفعہ حکمت کا تقاضا ہوتا ہے کہ اپنی طاقت کو بچانے کیلئے دو قدم پیچھے ہٹ جائے یا جنگ سے گریز کیا جائے اگر شکست بالکل سامنے نظر آ رہی ہو۔

اس آیت میں اپنی یا دشمن کی تعداد سے قطع نظر فتح و نصرت کو ثابت قدمی کی شرط کے ساتھ بھی مشروط کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا کہ:اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ۔ اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے۔

مفسرین کے مطابق دور نبویؐ میں جہاد کے سلسلے میں یہ ابتدائی حکم تھا جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد دور نبویؐ میں ہی جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو اس آیت کے حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔ اگلی آیت میں نئے رعایتی حکم کی تفصیل کو بیان کیا جا رہا ہے۔

حکم میں تخفیف: اللہ نے بوجھ ہلکا کر دیا

راہ خدا میں استقامت اور ثابت قدمی کی اہمیت

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۚ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ (انفال۔66)

اب اللہ نے تمہارا بوجھ ہلکا کر دیا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ ابھی تم میں ناتوانی ہے، پس اگر تم میں سے سو آدمی صابر ہوں تو وہ دو سو پر اور ہزار آدمی ایسے ہوں تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آئیں گے، اور اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو صبر کرنے والے ہیں۔

Now Allah has lightened your burden, and He knew that there is weakness in you. So, if there are one hundred among you, who are patient and steadfast, they will

overcome two hundred. And if there be one thousand, they will overcome two thousand, by Allah's Will. And Allah is with the steadfast. (8:66)

اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ: اس سے پہلی آیت کے حکم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشکل محسوس کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرضیت جہاد کے حکم میں تخفیف فرمادی۔ ایک اور دس کا تناسب ختم کر کے ایک اور دو کا تناسب کر دیا۔(بحوالہ بخاری)

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ: یہ فرما کر صبر و ثابت قدمی کی اہمیت بیان فرمادی کہ اللہ کی مدد حاصل کرنے کے لئے ثابت قدمی کا اہتمام ضروری ہے۔

غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور اکرمؐ کو ہدایات

لوگوں کو قیدی بنانے کے بجائے اصل نصب العین پر توجہ دی جائے

اصل مشن (طاغوت کے خاتمہ) پر توجہ

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (انفال۔67)

اور یہ بات نبی کے شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ قیدی بنا کر رکھے جب تک زمین میں جہاد کی سختیوں کا سامنا نہ کرے (یعنی فتنہ کو کچل نہ دے)۔ تم لوگ تو صرف مال دنیا چاہتے ہو جب کہ اللہ آخرت چاہتا ہے اور وہی صاحب عزّت و حکمت ہے۔

It is not for a Prophet that he should have prisoners of war (and free them with ransom) until he has thoroughly subdued the land. You settled with the fleeting gains (e.g. ransom) of this world, while Allah's aim ˹for you˺ is the Hereafter. Allah is Almighty, All-Wise. (8:67)

The verse above related to a particular event of the battle of Badr. The battle of Badar was the first encounter in Islam, and it had come up all of a sudden. Until then, the detail of injunctions pertaining to war prisoners were not revealed. There were questions. If enemy soldiers fall

under your control, whether or not it is permissible to arrest them? And if they are arrested, what should be done with them? What is the desirable position regarding their release? As The Holy Prophet has come to this world as the Universal Prophet of Mercy - he took opinions from the companions regarding war prisoners and accepted the one which provided mercy and ease for the prisoners - that they be released in return of *Fidya* or some services. The intention behind this move was that once free, these people may embrace Islam or at least will have a positive image of Islam.

یہ آیت بطور تنبیہ نازل ہوئی تھی۔ اس آیت میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ تم لوگ ابھی نبی کی منشاء کو اچھی طرح نہیں سمجھے ہو، نبی کا اصل کام یہ نہیں کہ لوگوں کو قیدی بنا کر فدیئے اور غنائم وصول کر کے خزانے بھرے بلکہ اس کے نصب العین اور مشن سے جو چیز براہ راست تعلق رکھتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ کفر و طاغوت کی طاقت ٹوٹ جائے۔

آیت مذکورہ کا تعلق غزوہ بدر کے ایک خاص واقعہ سے ہے لہٰذا اس آیت کی تفسیر سمجھنے سے پہلے مختصر طور پر اس واقعہ کو بیان کرنا ضروری ہے۔ غزوہ بدر چونکہ کفر و اسلام کا پہلا معرکہ تھا اس لئے قیدیوں کے بارے میں کیا طرز عمل اختیار کیا جائے؟ ان کی بابت احکام پوری طرح واضح نہیں تھے چنانچہ نبی کریمؐ نے غزوہ بدر میں قریش مکہ کے ستر قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے؟ ان کو سزاء دی جائے یا انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے؟ جواز کی حد تک دونوں ہی باتوں کی گنجائش تھی اس لئے دونوں ہی باتیں زیر غور آئیں۔ لیکن بعض دفعہ جواز اور عدم جواز سے قطع نظر حالات و ظروف کے اعتبار سے زیادہ بہتر صورت اختیار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا باہمی مشاورت کے نتیجے میں آنے والی آراء کی روشنی میں جواز کو سامنے رکھتے ہوئے کم تر صورت اختیار کر لی گئی اور جنگی قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا گیا۔

بدر کے قیدیوں کے بارے میں مشورے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اور اس مال سے آئندہ جنگ کی تیاری کی جائے۔ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اس کے بالکل برعکس تھی۔ ان کا خیال تھا کہ یہ آزاد ہو کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زیادہ سازشیں کریں گے لہٰذا انہیں زندہ واپس نہ جانے دیا جائے۔ نبی کریمؐ نے پہلی رائے یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا جس پر یہ اور اس کے بعد کی آیات نازل ہوئیں۔

آیت کا مدعا یہ ہے کہ اگرچہ مسلمانوں کے اس فدیہ لینے کے عمل کو معاف کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ کام آسمانی حکم کے نازل ہونے سے پہلے کیا گیا تھا لیکن آئندہ احتیاط ضروری ہے۔

جب کفر کا غلبہ ختم ہو گیا تو قیدیوں کے بارے میں امام وقت کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ چاہے تو فدیہ لے کر چھوڑ دے یا مسلمان قیدیوں کے ساتھ تبادلہ کر لے۔ حالات اور حکمت کے مطابق کوئی بھی صورت اختیار کرنا جائز ہے۔

غلطی کی معافی کی وجہ

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ (انفال۔68)

اگر پہلے ہی سے اللہ کی طرف سے بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے (فدیہ) لے لیا ہے اس بارے میں تمہیں کوئی بڑی سزا ہوتی۔

Had there not been a previous decree from Allah, a stern punishment would have afflicted you for what you have taken.(8:68)

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ: یعنی اگر پہلے ہی سے اللہ کی طرف سے بات لکھی ہوئی نہ ہوتی۔ اس بات میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ لکھی ہوئی بات سے کیا مراد ہے؟

صاحب روح المعانی نے اس بارے میں چار مفہوم بیان کئے ہیں:

1: ان لا یعذب قوما قبل تقدیم ما یُبَیّنِ لھم امرًا او نھیًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اسکے اوامر و نواہی کے احکام واضح کرنے سے پہلے عذاب نہیں دیتے۔

2۔او مخْطی فی مثل ھذا الا جتھاد۔ اجتہادی مسائل میں مخطی (خطا کرنے والے) سے مؤاخذہ نہیں ہوتا جیسا کہ غزوہ بدر کے مال غنیمت کے بارے میں اجتہادی غلطی ہوئی۔ ایسی اجتہادی غلطی پر مواخذہ نہیں ہوتا بشر طیکہ نیت درست ہو۔

3۔ان لا یعذبھم و رسول اللہ ﷺ فیھم۔ بعض نے رسول اللہؐ کی موجودگی کو عذاب میں مانع ہونا مراد لیا ہے۔

4۔ان لا یعذب اھل بدر۔ بعض نے اہل بدر کی مغفرت اس سے مراد لی ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اگر بدر کے روز (قیدیوں کے فدیہ کے معاملے میں) عذاب نازل ہوتا تو عمر (رضی اللہ عنہ) کے سوا کوئی نہ بچتا۔(بحوالہ تفسیر درالمنثور)

بعض نے کہا کہ اس سے مال غنیمت کی حلت مراد ہے یعنی چونکہ یہ نوشتہ تقدیر تھا کہ مسلمانوں کے لئے مال غنیمت حلال ہوگا، اس لئے تم نے فدیہ لے کر ایک درست اور جائز کام کیا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو فدیہ لینے کی وجہ سے تمہیں عذاب عظیم پہنچتا۔

مال غنیمت کی حلت

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلاً طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (انفال۔69)

پس جو کچھ تم نے مال حاصل کیا ہے اسے کھاؤ کہ وہ حلال اور پاک ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو یقیناً اللہ در گزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت میں مال غنیمت کی حلت و پاکیزگی کو بیان کر کے فدیے کا جواز بیان فرمادیا گیا۔ جس سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ پچھلی آیت میں لکھی ہوئی بات سے مراد شاید یہی حلت غنائم ہے۔

حدیث: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فُضِلتُ عَلَى الانبياء بست یعنی مجھے چھ چیزوں کے ذریعے باقی انبیاء پر فضیلت عطا گئی:

1۔اعطيت جوامع الكلم۔ مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں۔

2۔نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ۔۔ رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے۔

3۔وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا۔ اور تمام زمین میرے لیے مسجد یعنی نماز کیلئے پاکیزہ بنادی گئی۔

4۔وَأُحِلَّتْ لِي المَغَانِمُ۔ اور میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا ہے۔ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے بھی حلال نہ تھا۔

5۔وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّة۔ اور تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لیے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانیت کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

6۔ وختم بی النبيون۔ اور مجھے آخری نبیؐ ہونے کا اعزاز عطا کیا گیا۔

ایک حدیث مبارکہ کے اندر ایک ساتویں چیز شفاعت کا بھی ذکر ہے: وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ: اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔یعنی یہ شفاعت کا اعزاز بھی کسی اور نبی کو نہیں دیا گیا۔

چھٹا رکوع: يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّمَنْ فِىۡۤ اَيۡدِيۡكُمۡ مِّنَ الۡاَسۡرٰٓىۙ۔۔۔ (انفال۔70)

رکوع کے تفسیری موضوعات

اسیران بدر کیلئے مغفرت کی امید(اِنْ يَّعۡلَمِ اللّٰهُ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ خَيۡرًا يُّؤۡتِكُمۡ خَيۡرًا)، رسول اللہؐ سے خیانت کی سزاء، دھوکہ دہی کا انجام: ذلّت و رسوائی۔صحابہ کرام کی تین اقسام 1۔مہاجرین، 2۔انصار، 3۔عام مسلمان، ایمان، ہجرت، جہاد فی سبیل اللہ، فتح مکہ کے بعد ہجرت کے احکام (لا هجرة بعد الفتح)، مسلمانوں پر دینی مدد فرض ہے(وان استنصروكم فى الدّين فعليكم النّصر)، اخوّت اسلامی کا رشتہ، اسلام دشمن قوتیں متحد ہیں(والّذين كفرو بعضهم اولياء بعض)، حقیقی مومن کون؟، مہاجرین وانصار کی فضیلت(اولٰئک هم المومنون حقّا)، وراثت کے حقیقی حکم کی بحالی۔

اسیران بدر کیلئے مغفرت کی امید

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّمَنْ فِىۡۤ اَيۡدِيۡكُمۡ مِّنَ الۡاَسۡرٰٓىۙ اِنْ يَّعۡلَمِ اللّٰهُ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ خَيۡرًا يُّؤۡتِكُمۡ خَيۡرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنۡكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ۔ (انفال۔70)

اے نبیؐ! آپ ان سے جو آپ کے ہاتھوں میں قیدی ہیں فرما دیجئے: اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں بھلائی جان لی تو تمہیں اس (مال) سے بہتر عطا فرمائے گا جو (فدیہ میں) تم سے لیا جا چکا ہے اور تمہیں بخش دے گا، اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

O Prophet! Tell the captives in your custody, "If Allah finds goodness in your hearts, He will give you better than what has been taken from you and forgive you. For Allah is All-Forgiving, Most Merciful."(8:70)

Prisoners at Badr were promised better than what They lost, if they become Righteous in the Future.

یہ آیت کریمہ اسیران بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ان قیدیوں میں رسول اللہؐ کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب بھی شامل تھے۔جب رہائی کے عوض ان سے فدیہ کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے عرض کیا کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، مگر ان سے فدیہ کو ساقط نہ کیا گیا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی اور باقی اسیران بدر کی دل جوئی کی خاطر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا: اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں بھلائی دیکھی یعنی اگر ایمان و اسلام لانے کی نیت اور اسے قبول کرنے کا جذبہ دیکھا تو اس کے بدلے میں يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ تو جو فدیہ تم سے لیا گیا، اس سے بہتر چیز تمہیں اللہ تعالیٰ قبول اسلام کے بعد عطا فرما دے گا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو اسیران بدر میں شامل تھے مسلمان ہو گئے تو اس کے بعد اللہ نے انہیں دنیاوی مال و دولت سے بھی خوب نوازا۔

اس کے علاوہ ان اسیران بدر کو مغفرت اور جنت کا وعدہ بھی عطا کیا گیا:

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اور (اللہ تعالیٰ) تمہارے گناہ بھی بخش دے گا اور تمہیں جنت میں بھی داخل فرمائے گا اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے خیانت کی سزاء

دھوکہ دہی کا انجام: ذلت و رسوائی

وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ (انفال۔71)

لیکن اگر وہ تیرے ساتھ خیانت کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس سے پہلے وہ اللہ کے ساتھ خیانت کر چکے ہیں، چنانچہ اسی کی سزا اللہ نے انہیں دی کہ ان میں سے بعض کو (آپ کے) اختیار میں دے دیا، اللہ سب کچھ جانتا اور حکیم ہے۔

But if their intention is only to betray you ˹O Prophet˺, they sought to betray Allah before. But He gave you power over them. And Allah is All-Knowing, All-Wise. (8:71)

اگر اسیران بدر زبان سے تو اظہار اسلام کر دیں لیکن مقصد اگر دھوکہ دینا ہو، تو تو اس سے انہیں مزید ذلت و رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو گا۔وہ اللہ تعالیٰ کو کبھی دھوکہ نہیں دے سکتے۔

ایمان، ہجرت، جہاد فی سبیل اللہ

صحابہ کرام کی تین اقسام

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ (انفال۔72)

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑائیں اور اپنے مال خرچ کیے، اور جن لوگوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہی دراصل ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ وہ لوگ جو ایمان تو لے آئے مگر ہجرت کر کے (دارالاسلام میں) آنہیں گئے تو ان سے تمہارا ولایت کا کوئی تعلق نہیں ہے جب تک کہ وہ ہجرت کر کے نہ آ جائیں ہاں اگر وہ دین کے معاملہ میں تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض ہے، لیکن کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں جس سے تمہارا (امن و صلح کا) معاہدہ ہو اور اللہ ان کاموں کو جو تم کر رہے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔

Those who believed, emigrated, and strived with their wealth and lives in the cause of Allah, as well as those who gave them shelter and help—they are truly guardians of one another. As for those who believed but did not emigrate, you have no obligations to them until they emigrate. But if they seek your help ˹against persecution˺ in faith, it is your obligation to help them, except against people bound with you in a treaty. Allah is All-Seeing of what you do. (8:72)

اس آیت میں صحابہ کرام کی تین اقسام کو بیان کیا گیا:

صحابہ کی پہلی قسم: یہ صحابہ مہاجرین کہلاتے ہیں جو فضیلت میں صحابہ کرام میں اول نمبر پر ہیں۔ ان کا ذکر اس آیت کے پہلے حصے میں کیا گیا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد بھی کیا۔

صحابہ کی دوسری قسم: یہ صحابہ انصار کہلاتے ہیں۔ یہ فضیلت میں دوسرے نمبر پر ہیں۔ ان کے بارے میں آیت کے اگلے حصّے میں فرمایا گیا: وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا۔ اور جن لوگوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی۔ اس سے مراد انصار مدینہ ہیں۔

اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ: یہ (مہاجرین اور انصار) ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ یعنی ایک دوسرے کے حمایتی اور مددگار ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا کہ ولی ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ جیسا کہ ہجرت کے بعد رسول اللہؐ نے ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصاری کے درمیان رشتہ اخوت قائم فرمادیا تھا حتٰی کہ وہ ایک دوسرے کے وارث بھی بنتے تھے (بعد میں وارثت کا یہ حکم منسوخ ہوگیا)۔
بعض مفسرین کے مطابق ولایت اور وراثت کا یہ حکم فتح مکہ تک تھا۔ اس کے بعد انصار اور مہاجرین کی باہمی ولایت اور وراثت کا حکم ختم ہوگیا کیونکہ اب دین اسلام کافی پھیل چکا تھا اور مسلمانوں کی تعداد کافی بڑھ چکی تھی لہٰذا اس کے بعد اس باہمی ولایت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

صحابہ کرام کی تیسری قسم: یہ صحابہ کی تیسری قسم ہے جو مہاجرین و انصار کے علاوہ ہیں۔ یہ مسلمان ہونے کے بعد اپنے ہی علاقوں اور قبیلوں میں مقیم رہے اور ہجرت کرکے یا نصرت کرکے اسلام کیلئے قربانی نہیں دی۔ ان کے بارے میں فرمایا:
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔
وہ لوگ جو ایمان تو لے آئے مگر (اللہ کے دین کیلئے) ہجرت نہیں کی تو وہ تمہاری ولایت یا وراثت کے مستحق نہیں۔ اگر ان کو تمہاری مدد کی ضرورت پیش آجائے تو پھر ان کی مدد کرنا ضروری ہے۔ ہاں اگر وہ تم سے ایسی قوم کے خلاف مدد کے خواہش مند ہوں کہ تمہارے اور ان کے درمیان امن اور صلح کا معاہدہ ہے تو پھر ان مسلمانوں کی حمایت کے مقابلے میں اس امن کے معاہدے کی پاسداری زیادہ ضروری ہے۔

فتح مکہ کے بعد ہجرت کا حکم باقی نہیں رہا (لا هجرة بعد الفتح- حدیث)، تاہم کسی جگہ سے اپنے دین و ایمان کو بچانے کیلئے ہجرت کرنا، ہمیشہ اولی اور موجب اجر ہے: وقد كانت الهجرة فرضًا حين هاجر النبىﷺ الى ان فتح النبىّ مكة. (حصاص، ماجدی)

مسلمانوں پر دینی مدد کرنا فرض ہے

وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ۔ (انفال۔72)

اگر دوسرے مسلمان دین کے معاملہ میں تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض ہے۔، لیکن کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں جس سے تمہارا (امن و صلح کا) معاہدہ ہو۔

Helping fellow Muslims is an obligation!

But if they seek your help ⌜against persecution⌝ in faith, it is your obligation to help them except against people bound with you in a peace treaty. (8:72)

Helping fellow Muslims is an obligation but this rule has an exception.

مخالفین اسلام کے خلاف اگر دوسرے مسلمانوں کو تمہاری مدد کی ضرورت پیش آجائے تو پھر ان کی مدد کرنا تم پر لازم ہے۔

لیکن اس معاملے میں ایک استثناء رکھا گیا جس کا ذکر اس آیت کے آخر میں ہے: اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ یعنی اگر وہ تم سے ایسی قوم کے خلاف مدد کے خواہش مند ہوں کہ تمہارے اور ان کے درمیان صلح کا معاہدہ ہے یا جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہے تو پھر ان مسلمانوں کی حمایت کے مقابلے میں امن اور صلح کے معاہدے کی پاسداری زیادہ ضروری ہے۔

اسلام دشمن قوتیں ایک پیج پر ہیں!

اخوت اسلامی کے رشتے کو استوار رکھو!

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۗ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ۔ (انفال۔73)

جو لوگ منکرِ حق ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں (یعنی ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں)۔ اگر تم یہ (یعنی اسلام دشمنوں سے قطع تعلق) نہ کروگے (اور اسلامی اخوت کی پاسداری نہ کروگے) تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہو گا۔

Mutual help and support are vital!

And those who disbelieve are helpers one of another. And unless you act likewise (mutual help and support), there will be disorder and corruption in the land. (8:73)

آیت کا مدعا یہ ہے کہ اسلام دشمن قوتیں عموماً اسلام کے خلاف متحد رہتی ہیں۔ دین اسلام کو نقصان پہنچانے کیلئے وہ ایک پیج پر ہیں! جس طرح دشمنان اسلام ایک دوسرے کے دوست اور حمایتی ہیں اس طرح اگر تم نے بھی ایمان کی بنیاد پر ایک دوسرے کی حمایت نہ کیا اور مشکل وقت میں بحیثیت امت مسلمہ ایک دوسرے کی مدد نہ کی تو پھر بڑا فتنہ اور فساد ہو گا۔ اس لئے کہ جب باہمی انتشار اور تفرقہ بازی ہوتی ہے تو پھر دشمن کا کام آسان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے درمیان موالات کا رشتہ قائم فرمایا ہے لہٰذا اخوت اسلامی کے اس رشتے کی قدر کرنی چاہئے۔

جو احکام اس جگہ بیان ہوئے ہیں وہ عدل و انصاف اور امن عامہ کے لئے بنیادی اصول کی حیثیت رکھتے ہیں، کیونکہ ان آیات نے یہ واضح کر دیا کہ باہمی امداد و اعانت اور وراثت کی بنیاد جس طرح رشتہ داری پر مبنی ہے ایسے ہی اس میں مذہبی اور دینی رشتہ بھی قابل لحاظ ہے بلکہ نسبی رشتہ پر دینی رشتہ کو ترجیح حاصل ہے اسی وجہ سے مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ آپس میں نسبی رشتہ سے باپ اور بیٹے یا بھائی ہی کیوں نہ ہوں۔

اسی طرح مذہبی تعصب اور عصبیت جاہلیت کی روک تھام کرنے کے لئے یہ بھی ہدایت دے دی گئی ہے کہ مذہبی رشتہ اگرچہ قوی اور مضبوط ہے مگر معاہدہ کی پابندی اس سے بھی مقدم اور قابل ترجیح ہے، مذہبی تعصب کے جوش میں معاہدہ کی خلاف ورزی جائز نہیں اسی طرح یہ ہدایت بھی دیدی گئی۔

دیکھنے میں تو یہ جزئی احکام اور فروعی مسائل ہیں مگر درحقیقت امن عالم کے لئے عدل و انصاف کے بنیادی اصول ہیں اسی لئے اس جگہ احکام کو بیان فرمانے کے بعد ایسے الفاظ سے تنبیہ فرمائی گئی جو عام طور پر دوسرے احکام کے لئے نہیں کی گئی کہ اگر تم نے ان احکام پر عمل نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور فساد برپا ہو جائیگا۔ ان الفاظ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ یہ احکام فتنہ و فساد روکنے میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ: یہاں ولایت کے معنی اشتراک عداوت کے ہیں۔ محاورہ ہے کہ دشمن کا دوست بھی دشمن ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اگرچہ عرب کے مختلف مذاہب اور قبائل ایک دوسرے کے شدید مخالف اور جانی دشمن تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی عداوت اور دین اسلام کی دشمنی میں وہ سب ایک ہو گئے تھے اور یہ صورت حال آج تک چلی آ رہی ہے غیر قومیں کیسی ہی ایک دوسرے کی دشمن کیوں نہ ہوں لیکن اسلام کے مقابلہ میں سب ایک ہو جاتی ہیں۔

اس آیت سے اقلیتوں کے حوالے سے اسلام کا ایک خاص قانون بھی معلوم ہوتا ہے۔ لفظ ولی چونکہ ایک عام مفہوم رکھتا ہے جس میں وراثت بھی داخل ہے اور معاملات کی ولایت و سرپرستی بھی۔ اسلئے اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلامی

حکومت میں غیر مسلم اقلیت کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کے وارث سمجھے جائیں گے اور تقسیم وراثت کا جو قانون ان کے مذہب میں رائج ہے ان کے درمیان اسی کو نافذ کیا جائیگا۔ مطلب یہ کہ غیر مسلم اقلیتوں کے عائلی مسائل اسلامی حکومت میں محفوظ رکھے جائیں گے۔

حقیقی مومن کون؟

مہاجرین وانصار کی فضیلت

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ۔ (انفال۔74)

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (راہِ خدا میں گھر بار اور وطن قربان کر دینے والوں کو) جگہ دی اور (ان کی) مدد کی، وہی لوگ حقیقت میں سچے مسلمان ہیں، ان ہی کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

Words of Praise for the companions!

Those who believed, migrated, and struggled in the cause of Allah, and those who gave ˹them˺ shelter and help, they are the true believers. They will have forgiveness and an honourable provision. (8:74)

This verse contains the words of praise for the companions who emigrated from Makkah and for the Ansar of Madinah who helped them, as well as the attestation to their being true Muslims and the promise of forgiveness and respectable provision made to them.

یہ صحابہ کرام کی دو عظیم جماعتوں مہاجرین وانصار کا تذکرہ ہے، جن کا اسی سورت میں ہو چکا ہے۔ گزشتہ آیات میں مہاجرین و انصار کے رشتہ موالات کا تذکرہ تھا اور ان آیات میں ان کی مدح و ثواب کا ذکر ہے۔ یہاں دوبارہ ان کا ذکر ان کی فضیلت کو بیان کرنے کیلئے کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے ان کا ذکر آپس میں ایک دوسرے کی حمایت و نصرت کی وجہ بیان کرنے کے لئے تھا۔

أُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا: یعنی یہی حقیقی مومن ہیں کیونکہ انہوں نے ہجرت، نصرت دین، ایک دوسرے کے ساتھ موالات اور اسلام دشمن قوتوں کے ساتھ جہاد کر کے اپنے ایمان کی تصدیق ہے۔

لَّهُمْ مَّغْفِرَةٌ: یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کیلئے بخشش اور مغفرت ہے۔ جس سے ان کی برائیاں محو کر دی جائیں گی اور ان کی لغزشیں مٹا دی جائیں گی۔

وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ: "اور عزت کی روزی" یعنی ان کیلئے نعمتوں سے بھری خیر کثیر ہے۔ بسا اوقات اس دنیا ہی میں انہیں بہت جلد ثواب عطا کر دیا جاتا ہے۔ ان کو بابرکت زندگی عطا ہو جاتی ہے جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل مطمئن ہوتے ہیں۔

وراثت کے حقیقی حکم کی بحالی!

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۗ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ (انفال۔75)

اور جو لوگ اس کے بعد ایمان لائے اور انہوں نے راہِ حق میں (قربانی دیتے ہوئے) گھر بار چھوڑ دیئے اور تمہارے ساتھ مل کر جدوجہد کرنے لگے وہ بھی تم ہی میں شامل ہیں مگر اللہ کی کتاب میں رشتہ دار (صلہ رحمی اور وراثت میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں، یقیناً اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

Restoration of original law of inheritance!

And those who later believed, migrated, and struggled alongside you, they are also with you. But only blood relatives are now entitled to inherit from one another, as ordained by Allah. Surely Allah has ˹full˺ knowledge of everything. (8:75)

This verse ended a previous ruling that allowed inheritance between Muslims from Makkah and Muslims from Medina. Now, only relatives can inherit from one another, whereas non-heirs can receive a share through bequest, up to one third of the estate.

یہ سورۃ انفال کی آخری آیت ہے اس میں اسلامی وراثت کا وہ قانون منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے آیات میں مذکور ہے جن کی رو سے مہاجرین و انصار میں باہمی وراثت جاری ہوتی تھی اگرچہ ان کے درمیان کوئی رشتہ داری نہ ہو۔ یہ ایک ہنگامی حکم تھا جو اوائل ہجرت میں مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات کے ذریعہ ایک دوسرے کا وارث بننے کے متعلق جاری ہوا تھا۔ ہجرت مدینہ کے بعد اخوت یا حلف کی بنیاد پر وراثت میں جو حصہ دار بنتے تھے، اس آیت سے اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔ اب مالی وراثت کے حقدار صرف وہی ہونگے جو نسبی اور سسرالی رشتوں میں منسلک ہونگے۔

اس آیت نے یہ ضابطہ بھی بتادیا کہ تقسیم وراثت رشتہ داری کے معیار پر ہونی چاہئے۔ اور لفظ اولو الارحام مطلقاً اقرباء اور رشتہ داروں کے لئے بولا جاتا ہے۔ ان میں سے خاص خاص رشتہ داروں کے حصے تو خود قرآن کریم نے سورۃ نساء میں متعین فرمادیئے جن کو علم میراث کی اصطلاح میں اہل فرائض یا ذوی الفروض کہا جاتا ہے، ان کو دینے کے بعد جو مال بچے وہ اس آیت کی رو سے دوسرے رشتہ داروں میں تقسیم ہونا چاہئے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ سب رشتہ داروں میں کسی مال کا تقسیم کرنا کسی کی قدرت میں نہیں کیونکہ دور کی رشتہ داری تو ساری دنیا کے انسانوں کے درمیان بلاشبہ موجود ہے کہ سب کے سب ایک ہی باپ اور ماں آدم و حواء (علیہما السلام) سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے رشتہ داروں میں تقسیم کرنے کی عملی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ قریبی رشتہ داروں کو بعید پر مقدم رکھا جائے۔ اگر عصبات یعنی جدی رشتہ داروں مثلاً اولاد وغیرہ میں سے کوئی بھی زندہ موجود نہیں تو پھر باقی رشتہ داروں میں وراثت تقسیم کی جائے۔

فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ: اللہ کے حکم سے مراد یہ ہے کہ دین کا اصل حکم یہی تھا۔ لیکن اخوت کی بنیاد پر عارضی طور پر ایک دوسرے کا وارث بنادیا گیا تھا، جو اب ضرورت ختم ہونے پر غیر ضروری ہو گیا اور اصل حکم نافذ کر دیا گیا۔

الحمدللہ، سورۃ انفال کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ سورت سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

سورة التّوبة

Chapter - 8: The Repentance

سورہ توبہ مدنی سورت ہے اور اس میں 129 آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورت میں بعض اہل ایمان کی توبہ کا ذکر ہے اس وجہ سے اس کا نام سورہ توبہ ہے۔
دوسرا نام سورۃ براءت ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ براءت اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کے دور کے مخالفین اسلام (مشرکین عرب) سے براءت کا ذکر ہے۔

سورۃ توبہ کا موضوع: یہ سورت بنیادی طور پر تین موضوعات پر مشتمل ہے:

1: اعلان حج، اسلام کی نئی حج پالیسی

2: غزوہ تبوک کی تیاری

3: غزوہ تبوک سے واپسی اور تنقیدی جائزہ

نزول کی ترتیب کے لحاظ سے پہلا موضوع سب سے آخر میں آنا چاہئے تھا کیونکہ وہ دوسرے دونوں مضامین کے بعد نازل ہوا تھا لیکن مضمون کی اہمیت کی وجہ سے نبی کریمؐ نے اس کو مصحف کی ترتیب میں مقدّم رکھا۔

سورت کے شروع میں بسم اللہ کیوں نہیں لکھی گئی؟

یہ قرآن مجید کی واحد سورت ہے جس کے آغاز میں بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم درج نہیں ہے۔ اس کی متعدد وجوہات کتب تفسیر میں درج ہیں۔

سورۃ توبہ نزول کے اعتبار سے بالکل آخری سورتوں میں سے ہے۔ اس کے شروع میں عام دستور کے مطابق نہ بسم اللہ نازل ہوئی اور نہ رسول کریمؐ نے کاتب وحی کو اس کی ہدایت فرمائی۔ حضرت عثمان سے ایک روایت میں ہے بلکہ سورۃ انفال کا جزء یا تتمہ ہی ہو اس احتمال پر یہاں بسم اللہ لکھنا ایسا نادرست ہو گا کہ سورۃ انفال کے ختم پر سورۃ توبہ کے شروع سے پہلے کچھ جگہ خالی چھوڑ دی گئی جیسے عام سورتوں میں بسم اللہ کی جگہ ہوتی ہے۔

اس سورت کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ یہ بتائی گئی کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضورؐ نے اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھوائی اور وجہ بھی نہیں بتائی لہٰذا ہمیں بھی اس میں وجہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ صحابہ کرام نے اور تابعین نے بھی اسی طریقے کو اپنایا کہ بسم اللہ نہیں لکھی۔ یہ اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ قرآن کی تدوین میں کس درجہ احتیاط کی گئی۔

بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرمؐ کے زمانہ میں ان دونوں سورتوں (سورۃ انفال اور سورۃ توبہ) کو قرینتین یعنی ملی ہوئی سورتیں کہا جاتا تھا (بحوالہ مظہری)۔ لہٰذا سورۃ توبہ کو احتیاطاً سورۃ انفال کے بعد رکھ دیا گیا تاکہ اگر یہ سورت انفال کا بقیہ حصّہ یا تتمہ ہے تو اس کے ساتھ رہنا چاہیے۔ لہٰذا اس کے شروع میں بسم اللہ لکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ مگر احتمال یہ بھی تھا کہ سورۃ توبہ الگ سورت ہو تو لکھنے میں یہ احتیاط کی گئی کہ دونوں سورتوں کے درمیان کچھ خالی جگہ چھوڑ دی گئی جیسے عام سورتوں میں بسم اللہ کی جگہ ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی آخری نازل ہونے والی سورت

ایک روایت میں آتا ہے کہ سورت توبہ سب سے آخر میں رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔ بخاری شریف میں ہے سب سے آخری آیت یستفتونک اتری اور سب سے آخری سورت سورۃ براۃ اتری ہے۔

سبع طوال سورتیں

یہ قرآن مجید کی سات بڑی سورتوں میں ساتویں بڑی سورت ہے جنہیں سبع طوال کہا جاتا ہے۔

سورت کے تین بڑے مضامین:

1۔ نئی حج پالیسی کا اعلان: آئندہ مشرکانہ حج کے بجائے صرف اسلامی حج ہو گا۔ حج بیت اللہ اسلام کا شعار ہے اور اس کا حق صرف مسلمانوں کو ہے۔

2۔ غزوہ تبوک کی تیاری پر تبصرہ، نفاق، ضعف ایمان، سستی کاہلی کا تذکرہ،

3۔ غزوہ تبوک سے واپسی پر تبصرہ، منافقین کی حرکات، پیچھے رہ جانے والے، سچی توبہ کرنے والے۔

حج پر مخصوص اعلان براءت: دو حج نہیں ہو سکتے

بیک وقت دو حج نہیں ہو سکتے کہ اسلامی حج بھی ہو اور جاہلیت کا مشرکانہ حج بھی اسی جگہ جاری رہے۔

جاہلیت کے حج میں شرکیہ اعمال کے ساتھ ساتھ ننگے ہو کر طواف بھی کیا جاتا تھا۔ اسی طرح بیک وقت دو مختلف اور متضاد عقائد رکھنے والے لوگوں کا مسجد حرام میں ایک جگہ اکٹھے ہو کر حج، عمرے، عبادت کرنا ہر وقت کسی فتنہ وفساد اور خون خرابے کا ذریعہ

بنا رہتا۔۔ مشرکین کی عادت تھی کہ حج میں دوسرے شرکیہ اعمال کے علاوہ بیت اللہ شریف کا ننگے بھی کیا کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان میں اختلاط کو ناپسند فرماتے ہوئے پہلے سال خود حج پر جانا مناسب نہ سمجھا۔ لہٰذا فتح مکہ کے بعد 9 ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت علی اور دیگر صحابہ کرام کو قرآن کریم کی یہ آیت اور یہ احکام دے کر بھیجا تاکہ وہ مکہ مکرمہ میں حج کے موقع پر ان کا **اعلان عام** کردیں۔ انہوں نے آپؐ کے فرمان کے مطابق اعلان کردیا کہ آئندہ سال سے حج صرف اسلامی طریقے کے مطابق ہوگا، کسی کو شرکیہ حج کی اجازت نہیں ہوگی۔ کسی کو ننگے طواف کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس **اعلان نجات** کے ساتھ مشرکین کے جاہلانہ حج سے براءت یعنی لاتعلقی کا اعلان کردیا گیا۔ اسی مخصوص اعلان براءت کی آیت کی وجہ سے اس سورت کا نام سورة براة رکھا گیا۔

Subject: Problems of Peace and War

In continuation of Surah Al-Anfal, this Surah also deals with the problems of peace and war and bases the theme on the Tabuk Expedition.

Name of the Surah

This Surah is known by two names -- At-Taubah and Al-Bara'at. It is called At-Taubah because it enunciates the nature of taubah (repentance) and mentions the conditions of its acceptance. The second name Bara'at (Release) is taken from the first word of the Surah.

Omission of Bismillah

This is the only Surah of the Quran to which Bismillah is not prefixed. Though the commentators have given different reasons for this, the correct one that which has been given by Imam Razi: namely, this is because the Holy Prophet himself did not dictate it at the beginning of the Surah. Therefore, the Companions did not prefix it, and their successors followed them., This is a further proof of the fact that utmost care has been taken to keep the Quran intact so that it should remain in its complete and original form.

Historical Background

Now let us consider the historical background of the Surah. The series of events that have been discussed in this Surah took place after the Peace Treaty of *Hudaibiyah*. By that time, one-third of Arabia had come under the sway of Islam which had established itself as influential, well organized and civilized Islamic community. This afforded further opportunities to Islam to spread its influence in the comparatively peaceful atmosphere created by the Peace Treaty of *Hudaibiyah*.

دسویں پارے کا ساتواں رکوع: بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ۔۔۔ (توبہ۔1)

رکوع کے تفسیری موضوعات

بدعہدی کرنے والوں سے اعلان براءت، حج کی فرضیت اور احکامات حج، حج اکبر اور حج اصغر سے کیا مراد ہے؟ مشرکین عرب سے اعلان نجات، اعلان براءت سے مستثنٰی لوگ، حدود حرم کے مخصوص احکامات، علامات اسلام: صوم وصلوٰۃ کی پابندی، (فان تابو واقامو الصلوٰة واٰتو الزكوٰة فخلّو سبيلهم)، امن اور پناہ چاہنے والوں کو امن دو (وان احد من المشركين استجارک فاجره)۔

بدعہدی کرنے والوں سے اعلان براءت

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (توبہ۔1)

اللہ اور اس کے رسول ؐ کی طرف سے بے زاری (ودست برداری) کا اعلان ہے ان مشرک لوگوں کی طرف جن سے تم نے (صلح وامن کا) معاہدہ کیا تھا (اور وہ اپنے عہد پر قائم نہ رہے تھے)۔

⌜This is⌝ a discharge from all obligations, by Allah and His Messenger, to those with whom you had made a treaty among the polytheists. (9:1)

This sûrah, which is perceived as a continuation of the previous sûrah, begins by openly terminating the peace

treaties constantly violated by the enemies of Islam at the time of Prophet (PBUH).

یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے تمام دشمنان اسلام مشرکین و معاندین سے اظہار برأت یا اعلان نجات ہے۔

حج کی فرضیت کا اعلان

مشرکین عرب سے اعلان نجات

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْۗءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔(انفال۔3)

اطلاع عام ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کے لیے کہ اللہ تعالیٰ شرک کرنے والوں سے (یعنی ان کے شرکیہ اعمال سے) بری الذمہ (بے نیاز) ہے۔۔۔۔۔سورہ توبہ۔3

حج اکبر اور حج اصغر سے کیا مراد ہے؟

اس آیت مبارکہ میں حج اکبر کا ذکر ہے۔ حج کو عمرے سے ممتاز اور الگ کرنے کے لئے حج اکبر کہا گیا۔ ہر حج کو حج اکبر کہا جاتا ہے اور ہر عمرے کو حج اصغر کہا جاتا ہے۔ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ جو حج جمعہ والے دن آئے وہ حج اکبر ہے یہ بے اصل بات ہے۔

توبہ و اصلاح میں ہی خیر ہے

فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۗ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَ لِيْمٍ۔ (انفال۔4)

اگر تم توبہ کرلو تو وہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم نے انحراف کیا (اور اللہ سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی) تو جان لو کہ تم ہرگز اللہ کو عاجز نہیں کرسکتے، اور (اے نبیؐ!) آپ منکرین حق کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیں۔

So, if you repent, it will be better for you. But if you turn away, then know that you will have no escape from Allah.

And give tidings (O Muhammad SAW) of a painful torment to those who deny the truth. (9:4)

اعلان براءت سے مستثنیٰ لوگ

إِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔ (توبہ۔4)

سوائے ان مشرکین کے جن سے تم نے معاہدہ کرر کھا ہے" اور وہ اپنے عہد پر قائم ہیں اور ان سے کسی ایسے فعل کا ارتکاب نہیں ہوا جو نقض عہد کا موجب ہو۔ انہوں نے معاہدے میں کوئی کوتاہی بھی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی ہے۔ پس ان لوگوں کے ساتھ کئے ہوئے معاہدے کو، اس کی مدت مقررہ تک پورا کرو بیشک اللہ پرہیز گاروں کو پسند فرماتا ہے۔

As for those who have honoured every term of their treaty with you and have not supported an enemy against you, honour your treaty with them until the end of its term. Surely Allah loves those who are mindful ˹of Him˺. (9:4)

حدود حرم میں مشرکین کی سرگرمیوں پر پابندیاں

اعلان نجات کے بعد معاہدوں کی ذمہ داری ختم

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ۔۔۔(توبہ۔5) "پس جب حرمت والے مہینے گزر جائیں" یعنی وہ مہینے جن میں معاہد لوگوں کے خلاف جنگ کو حرام ٹھہرایا گیا ہے اور یہ چار ماہ ہیں اور جن کے ساتھ چار ماہ سے زیادہ مدت کا معاہدہ کیا گیا ہے، اس مدت کو پورا کیا جائے۔ اس کے بعد ان کے ساتھ معاہدہ کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔

ان حرمت والے مہینوں سے کون سے مہینے مراد ہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ ایک رائے تو یہ ہے اس سے مراد مشہور حرمت والے ہیں یعنی رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔ مشرکین سے اعلان نجات ۱۰ ذوالحجہ کو کیا گیا تھا۔ اس اعتبار سے گویا یہ اعلان کے بعد پچاس دن کی مہلت انہیں دی گئی، لیکن امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہاں اَشْهُرٌ حُرُمٌ سے مراد حرمت والے مہینے نہیں بلکہ ۱۰ ذوالحجہ سے لے کر ۱۰ ربیع الثانی تک کے چار مہینے مراد ہیں۔ انہیں اشھر حرم اس لیے کہا گیا ہے کہ اعلان براءت کی رو سے ان چار مہینوں میں مشرکین سے لڑائی کی اجازت نہیں تھی۔ اعلان براءت کی رو سے یہ تاویل مناسب معلوم ہوتی ہے۔

یاد رکھیئے! ان آیات میں موجود احکام کا تعلق ایک خاص تناظر میں اور خاص ماحول میں نبی کریمؐ کے دور میں دیا گیا تھا۔ لہٰذا اس آیت کو سیاق سباق سے ہٹ کر نہیں پیش کرنا چاہیئے جیسا کہ اسلاموفوبیا کا شکار لوگ عموماً ان جیسی آیات کو دین اسلام کے خلاف بطور پروپیگنڈہ استعمال کرتے ہیں۔

علامات اسلام: صوم وصلوٰۃ کی پابندی

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (انفال۔5)

پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

Belief supported by practice!

But if they repent, perform prayers, and pay Zakat, then leave them alone. Indeed, Allah is All-Forgiving, Most Merciful. (9:5)

This verse explains that there are three conditions of entry into the Islamic Faith. Though in normal circumstances simple declaration of faith (Shadah) is enough to become a Muslim but in special circumstances following three conditions should be considered:

1. *Taubah* or repentance from unbelief
2. Performing Salah
3. payment of Zakah –

This is because, 'Iman (faith) and *Taubah* (repentance) are invisible. Therefore, two outward signs were mentioned, that is, Salah and Zakah to verify someone’s Islam in special circumstances.

This is the verse Sayyidna Abu Bakr (may Allah pleased with him) had quoted in support of his campaign against those who had refused to pay Zakah after the passing away of the Holy Prophet. The noble Companions before whom

he had made this assertion were satisfied with his approach. (Ibn Kathir)

مشرکین میں سے جو اسلام قبول کرنے کا دعویٰ کریں تو ان کے اس دعویٰ کو تب درست مانا جائے گا جب وہ صوم وصلوٰۃ کی پابندی شروع کردیں۔ یہ حکم اس وقت مخصوص حالات کی وجہ سے دیا گیا تھا کیونکہ شرپسند مشرکین عرب حدود حرم میں داخل ہونے کیلئے اپنے مسلمان ہونے کا جعلی دعویٰ کرسکتے تھے۔

البتہ ایک چیز کی وضاحت ضروری ہے کہ اعمال اسلام سے مراد مخصوص یہی دو اعمال مراد نہیں ہیں۔ یہ دونوں اعمال بطور نمونہ کے ہیں، مراد یہ ہے کہ وہ مسلمانوں جیسے اعمال کرنا شروع کردیں تب مسلمان شمار ہوں گے۔ فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ان اعمال کے وجوب کا اعتقاد رکھنا ضروری چاہے ابھی کرنے کی نوبت نہ آئے اس لئے کہ نماز کا وجوب اپنے وقت پر ہوتا ہے اور زکوٰۃ مالک نصاب پر سال گذرنے کے بعد واجب ہوتی ہے لہٰذا ایسا نہیں ہے کہ جب تک سال نہ گذرے اور وہ زکوٰۃ نہ دے تب تک وہ غیر مسلم شمار ہوگا بلکہ آدمی کلمہ پڑھتے ہی مسلمان متصوّر ہوگا بشرطیکہ اسلام کو اخلاص کے ساتھ اور اس کے سارے عقائد وفرائض کے ساتھ قبول کرے۔

یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ قبول اسلام کے بعد اقامت صلوٰۃ اور ادائے زکوۃ کا اہتمام ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کو بھی بطور عقیدہ ترک کرتا ہے تو وہ مسلمان نہیں سمجھا جائے گا۔ جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے جہاد کیا اور فرمایا تھا کہ: واللہ لأقتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوۃ (متفق علیہ) یعنی اللہ کی قسم میں ان لوگوں سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوۃ کے درمیان فرق کریں گے۔ یعنی نماز تو پڑھیں لیکن زکوۃ ادا کرنے سے انکار کریں۔

امن اور پناہ چاہنے والوں کو امن دو

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ۔۔۔ (توبہ۔6)

Grant asylum to those who want it from you!

And if anyone from the polytheists asks for your protection ˹O Prophet˺, grant it to them so they may hear the Word of Allah, then escort them to a place of safety, for they are a people who have no knowledge. (9:6)

یعنی دوران جنگ میں اگر کوئی دشمن تم سے درخواست کرے کہ میں اسلام کو سمجھنا چاہتا ہوں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اسے امان دے کر اپنے ہاں آنے کا موقع دیں اور اسے اسلام کی دعوت دیں، پھر اگر وہ قبول نہ کرے تو اسے اپنی حفاظت میں واپس بھیج دیں۔ فقہ اسلامی میں ایسے شخص کو جو امان لے کر دارالاسلام میں آئے اسے **مُستامن** کہا جاتا ہے۔

جس طرح صلح حدیبیہ کے بعد بہت سے مکہ والے **پناہ** طلب کر کے مدینہ آتے جاتے رہے تو انہیں مسلمانوں کے اخلاق و کردار کے مشاہدے سے اسلام کے سمجھنے میں بڑی مدد ملی اور بہت سے لوگ مسلمان بھی ہو گئے۔ فتح مکہ کے وقت بھی **عام معافی** اور **درگزر** کی عالیشان مثالیں ملتی ہیں۔ آپ ﷺ نے باوجود غلبہ اور قدرت کے سب کو آزاد کر دیا: **اذھبو انتم الطلقاً**۔ **جاؤ! تم سب آزاد ہو**۔ یعنی تمہارا کوئی مواخذہ نہیں۔ تم سے کوئی **انتقام** یا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔

فتح مکہ والے دن معافی کا پروانہ حاصل کرنے والے لوگوں کو **طلقاً** (آزاد یافتہ) کہتے ہیں۔ یہ لوگ ہزاروں میں تھے جو کفر و شرک پر پھر بھی باقی رہے مگر معافی کا پروانہ پا کر اپنی مرضی سے **آزادانہ زندگی** گذارتے رہے۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے سب کو عام پناہ دے دی اور انہیں مکہ شریف میں آنے اور یہاں اپنے مکانوں میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی کہ چار ماہ تک وہ جہاں چاہیں آ جا سکتے ہیں انہی میں صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ تھے پھر اللہ نے انکی رہبری کی اور انہیں اسلام نصیب فرمایا۔

فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ نے قریش مکہ اور دوسرے دشمن قبائل کے ساتھ جو **عفو و درگذر** اور **رحم و کرم** کا معاملہ فرمایا اس نے مسلمانوں کو عملی طور پر یہ درس دیا کہ جب تمہارا کوئی دشمن تمہارے قابو میں آئے اور تمہارے سامنے عاجز ہو جائے تو اس سے گذشتہ عداوتوں اور ایذاؤں کا انتقام نہ لو بلکہ عفو و کرم سے کام لے کر **اسلامی اخلاق** کا ثبوت دو۔ دشمن پر قابو پانے کے بعد اپنے غصہ کے جذبات کو دبا دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کی لڑائی اپنے **نفس** کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کے لئے تھی اور یہی وہ اعلیٰ مقصد ہے جس کی نظیر صرف دین اسلام میں ملتی ہے۔

مذکورہ آیت (توبہ۔6) میں ایک رخصت دی گئی ہے کہ اگر اس اعلان برات کے بعد بھی کوئی شخص آ جائے بشرطیکہ پرامن ہو تو اسے پناہ دے دو، یعنی اسے اپنی حفظ و امان میں رکھو تا کہ کوئی اسے نقصان نہ پہنچا دے۔ اس دوران ہو سکتا ہے کہ قرآن کی آواز اس کے دل میں اتر جائے (**حتیٰ یسمع کلام اللہ۔۔**)۔ لیکن گر وہ مسلمان نہیں بھی ہوتا تو اسے اس کی جائے امن تک پہنچا دو (**ثم ابلغہ مامنہ**۔ توبہ۔6) مطلب یہ ہے کہ اپنی امان کی پاسداری آخر تک کرنی ہے، جب تک وہ اپنے مستقر تک بخیریت واپس نہیں پہنچ جاتا، اس کی جان کی حفاظت تمہاری ذمہ داری ہے۔

آٹھواں رکوع: كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ۔۔۔ (توبہ۔7)

رکوع کے تفسیری موضوعات

امن کے معاہدوں کو ہر ممکن برقرار رکھو(فما استقامو لکم فاستقیمو لھم)،دین وایمان کے بیوپاری(اشترو بآیات اللّٰہ ثمنا قلیلا)،ساری حدیں پار کرکے اہل ایمان کو ستانے والے،دشمنان اسلام کی اسلام دشمنی،نومسلموں سے ماضی نہ پوچھو،امّت مسلمہ میں شامل ہونے کی تین شرائط:ایمان وتوبہ،نماز،زکوٰۃ،دین اسلام کے دشمنوں کا ہر محاذ پر مقابلہ کرو،سرداران قریش کی دارالنّدوہ میں حضور اکرمؐ کو قتل کرنے کی ناپاک سازش،مجروح دلوں سے غم وغصّہ کی دوری(ویذھب غیظ قلوبھم)،توبہ کی توفیق(ویتوب اللہ علی من یشاء)،ایمان وآزمائش لازم وملزوم(ام حسبتم ان تترکو۔۔)

امن کے معاہدوں کو ہر ممکن برقرار رکھو!

فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِين۔ (توبہ۔7)

سو جب تک وہ تمہارے ساتھ (معاہدے پر) قائم رہیں تم ان کے ساتھ قائم رہو۔بیشک اللہ پرہیز گاروں کو پسند فرماتا ہے۔

Don’t break the peace treaty!

So, as long as they are true to you, be true to them. Indeed, Allah loves those who are mindful ˹of Him˺. (9:7)

This statement of the Qur'an provides guidance for Muslims that they should never compromise on truth and justice even when they are dealing with enemies. Whenever they have to take up an issue with them, they are required not to slip into taking exaggerated approaches and stances against them. This verse ordered that Muslims should stay firm on their commitment as long as the others remain committed and faithful to their treaties. The breach of trust committed by other people should not become an excuse to break the treaty of peace with them.

یعنی عہد کی پاسداری، اللہ کے ہاں بہت پسندیدہ امر ہے۔اس لئے معاملے میں احتیاط ضروری ہے۔بلاوجہ امن معاہدے کو توڑنا خلاف اسلام ہے۔

دھوکہ بازوں سے وفاء عہد کی توقع عبث ہے

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ۔ (توبہ۔8)

(بھلا ان سے عہد کی پاسداری کی توقع) کیونکر ہو، ان کا حال تو یہ ہے کہ اگر تم پر غلبہ پا جائیں تو نہ تمہارے معاملہ میں کسی قرابت کا لحاظ کریں نہ کسی معاہدہ کی ذمہ داری کا۔ وہ اپنی زبانوں سے تم کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر دل ان کے انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر عہد شکن ہیں۔

How ˹can they have a treaty˺? If they were to have the upper hand over you, they would have no respect for kinship or treaty. They only flatter you with their tongues, but their hearts are in denial, and most of them are rebellious. (9:8)

اس آیت سے مراد وہ مشرکین عرب ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ (عہد شکنی کرکے) غداری کی، ان کا حال بیان کیا جارہا ہے کہ ان سے وفا عہد کی کیسے امید کی جاسکتی ہے جو اس سے پہلے ایک دفعہ دھوکہ دے چکے ہیں۔

اللہ کے دین کے راستے میں روڑے اٹکانے والے

دین وایمان کے بیوپاری

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (توبہ۔9)

انہوں نے آیاتِ الٰہی کے بدلے (دنیوی مفاد کی) تھوڑی سی منفعت حاصل کرلی اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکنے لگے۔ بہت ہی برا ہے وہ کام جو یہ کررہے ہیں۔

Sellers of Faith!

They chose a fleeting gain over Allah's revelations, hindering ˹others˺ from His Way. Evil indeed is what they have done! (9:9)

اشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا: "یہ اللہ کی آیات کے عوض تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔"یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ کی آیات پر عمل کرنے کی بجائے اس دنیا میں جلدی حاصل ہونے والے اجر اور معاوضہ کو اختیار کر لیا۔

فَصَدُّوا عَن سَبِيلِهِ۔ انہوں نے خود اپنے آپ کو اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکا۔

إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ: "بلاشبہ بہت ہی برے اعمال اور کرتوت ہیں جو یہ کرتے ہیں۔

ساری حدیں پار کرکے اہل ایمان کو ستانے والے!

دشمنان اسلام کی اسلام دشمنی

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭوَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ۔ (توبہ۔10)

یہ لوگ کسی صاحب ایمان کے حق میں نہ قرابت کا خیال کرتے ہیں اور نہ عہد اور یہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں۔

They do not honour the bonds of kinship or treaties with the believers. Such are indeed the transgressors. (9:10)

بار بار وضاحت سے مقصود دشمنان اسلام کی اسلام دشمنی، خبث باطن، ان کے سینوں میں مخفی عداوت اور بغض کے جذبات کو بے نقاب کرکے اہل ایمان کو ان سے متنبہ رہنے کی ہدایت کرنا ہے۔ وہ وصف جس کی بنا پر دشمنان اسلام تم سے عداوت اور بغض رکھتے ہیں وہ ایمان ہے، اس لئے اپنے دین کا دفاع کرو اور اس کی حفاظت کرو۔

نو مسلموں سے ماضی نہ پوچھو!

امّت مسلمہ میں شامل ہونے کی تین شرائط

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔(توبہ۔11)

پس اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں اور جاننے والوں کے لیے ہم اپنے احکام واضح کیے دیتے ہیں۔

Support the reverts!

But if they repent, perform prayer, and pay *Zakat*, then they are your brothers in faith. This is how We make the revelations clear for people of knowledge. (9:11)

فَاِنْ تَابُوْا:ا"اگر وہ توبہ کرلیں" یعنی اگر کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرلے، توبہ کرکے ایمان کی طرف لوٹ آئے، صوم و صلوٰۃ کا پابند ہوجائے تو وہ تمہارا دینی بھائی ہے۔ اس آیت میں یہ وضاحت کردی گئی کہ کوئی کیسا ہی دشمن ہو اور اس نے چاہے کتنی ہی تکلیف پہنچائی ہو جب وہ مسلمان ہوگیا تو جس طرح اللہ تعالیٰ اس کے سب پچھلے گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں، مسلمانوں پر بھی لازم ہے کہ پچھلے سب معاملات کو دل سے بھلادیں اور آج سے ان کو اپنا دینی بھائی سمجھیں۔ اس سے اس کا ماضی نہ پوچھیں کہ وہ زمانہ قبل اسلام میں کیا کرتا رہا۔ اس کا ماضی اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا ہے۔ اب ہر لحاظ سے اسے سپورٹ کریں۔ ابو جہل کا بیٹا عکرمہ بن ابو جہل جب مسلمان ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو فرمایا کہ آج کے بعد کوئی بندہ ابو جہل کو برا نہ کہے تاکہ نو مسلم عکرمہ کی دل شکنی نہ ہوجائے۔

مسلم کمیونٹی میں شامل ہونے کی تین شرائط

اس آیت نے واضح کردیا کہ اسلامی برادری میں داخل ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں:

1: ایمان وتوبہ

2: نماز کی پابندی

3: زکوٰۃ کی ادائیگی

چونکہ ایمان وتوبہ ایک پوشیدہ چیز ہے جس کی حقیقت کا عام لوگوں کو علم نہیں ہوسکتا۔ ایمان وعقیدہ دل کا معاملہ ہے۔ کسی کا عقیدہ اس کے ماتھے پر نہیں لکھا ہوتا۔ لہذا ایمان کی دو ظاہری علامات کو بیان کردیا گیا یعنی نماز اور زکوٰۃ۔

حدیث: ایک حدیث مبارکہ کے اندر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: إذا رأيتم الرجل يعتاد الى المساجد فاشهدوا له بالإيمان۔ جب تم کسی شخص کو مسجد میں (نماز کے لیے) پابندی سے آتے جاتے دیکھو تو اس کے ایمان کی شہادت دو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إنّما يعمر مساجد الله من آمن بالله۔۔۔ بے شک، اللہ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پہ ایمان رکھتے ہیں۔ (ابن ماجہ، ترمذی، مسند احمد)

نماز، توحید و رسالت کے اقرار کے بعد، اسلام کا سب سے اہم رکن ہے اللہ کا حق ہے، اس میں اللہ کی عبادت کے مختلف پہلو ہیں۔ اس میں دست بستہ قیام ہے، رکوع و سجود ہے، دعا و مناجات ہے، اللہ کی عظمت و جلالت کا اور اپنی عاجزی و بے کسی کا اظہار ہے۔ عبادت کی یہ ساری صورتیں اور قسمیں صرف اللہ کے لئے خاص ہیں۔

نماز کے بعد دوسرا اہم فریضہ زکوٰۃ ہے، جس میں عبادتی پہلو کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بھی شامل ہیں، زکوٰۃ سے معاشرے کے ضرورت مند، مفلس نادار اور معذور و محتاج لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، اسی لئے حدیث میں بھی شہادت کے بعد ان ہی دو چیزوں کو نمایاں کرکے بیان کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ومن لم يزك فلا صلوٰة لہ۔ جو زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ (بخاری)

حضرت صدیق اکبرؓ نے حضور اکرم ﷺ کے بعد زکوۃ سے انکار کرنیوالوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے اسی آیت سے استدلال فرماکر صحابہ کرام کو مطمئن کیا تھا (ابن کثیر)

دین اسلام کے دشمنوں کا ہر محاذ پر مقابلہ کرو!

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ۔ (توبہ۔12)

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم (ان اسلام دشمن) کفر کے سرغنوں سے جنگ کرو بیشک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں تاکہ وہ (اسلام پر حملوں) سے باز آجائیں۔

But if they break their oaths after making a pledge and attack your faith, then fight against the champions of unbelief (Quresh of Makkah) —who never honour their oaths—so perhaps they may stop.

ایمان، یمین کی جمع ہے جس کے معنی قسم کے ہیں۔ائمہ امام کی جمع ہے۔مراد پیشوااور لیڈر ہیں۔مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ صلح اور امن کے معاہدے کو توڑ دیں، تمہارے دین کی توہین اور اس کا استہزاء شروع کر دیں۔تو اگر ایسے اسلام دشمن عناصر ظاہری طور قسمیں بھی کھائیں تو ان کی قسموں اور زبانی دعوؤں کا کوئی اعتبار نہیں۔الحاد کے ان پیشواؤں سے ڈٹ کر مقابلہ کرو اور ہر محاذ پر انہیں شکست دو، ممکن ہے اس طرح وہ اپنی اسلام دشمنی سے باز آجائیں۔

یہ خاص ہدایت مشروط ہے خاص قسم کے حالات کے ساتھ۔جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ:وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ۔یعنی اگر وہ صلح کا معاہدہ کرنے کے بعد اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی کریں، اپنے ہی حلف کو توڑ دیں یا جنگ میں تمہارے دشمن کی مدد کریں اور وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ اور تمہارے دین میں طعن کرنے لگیں یعنی تمہارے دین میں عیب چینی، توہین یا اس کا تمسخر اڑانا شروع کر دیں تو پھر اپنے دین کی حفاظت اور بقاء کیلئے ان اسلام دشمنوں کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ کے لفظ سے مراد وہ طعن و تشنیع ہے جو اسلام اور مسلمانوں کی اہانت اور تحقیر کے طور پر اعلانًا کی جائے، احکام و مسائل کی تحقیق میں کوئی علمی یا مثبت تنقید کرنا اس سے مستثنیٰ ہے اور لغت میں اس کو طعن و تشنیع کہتے بھی نہیں۔

اس لئے دارالاسلام کے غیر مسلم باشندوں کو دین اسلام پر علمی یا مثبت تنقید کی تو اجازت ہے مگر دین اسلام پر طعنہ زنی اور تحقیر و توہین کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔اسلام کا توہین مذہب کا قانون سب پر برابر لاگو ہوتا ہے یعنی خود مسلمان بھی اس پر عمل کرنے کے پابند نہیں۔کسی مسلمان کو بھی یہ اجازت نہیں کہ وہ دوسرے مذاہب کی توہین کرے یا ان کیلئے غیر اخلاقی زبان استعمال کرے۔

اس آیت کے آخر میں ایک بڑا حکمت بھرا جملہ استعمال کیا گیا کہ:لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ۔ تاکہ وہ باز آجائیں۔اس آخری جملہ میں بتلادیا کہ مسلمانوں کی جنگ و جہاد کا مقصد عام دنیا کے لوگوں کی طرح دشمن کو ستانا، مال غنیمت حاصل کرنا، جوش انتقام کو فرو کرنا یا عام بادشاہوں کی طرح ملک گیری یا کشور کشائی نہیں ہوتا بلکہ ان کی جنگ کا مقصد دشمنوں کی خیر خواہی اور ہمدردی اور یہ جذبہ ہونا چاہئے کہ وہ لوگ اپنی غلط روش سے باز آجائیں۔جنگ غصہ اتارنے کیلئے نہیں بلکہ اصلاح و ہدایت کیلئے لڑی جاتی ہے۔یہ آیت دفاع اسلام کی جنگ کا اہم اصول بتاتی ہے۔

اس خاص ہدایت کی مزید وضاحت اگلی آیت میں دی گئی:

سرداران مکہ کی دارالندوہ میں رسولؐ کے قتل یا جلاوطنی کی ناپاک سازش

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (توبہ۔13)

تم ان لوگوں (یعنی قریش مکہ) کی سرکوبی کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ دیا اور رسولؐ کو جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا۔ حالانکہ پہلی مرتبہ انہوں نے تم سے (عہد شکنی اور جنگ کی) ابتداء کی، کیا تم ان سے ڈرتے ہو جبکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو بشرطیکہ تم مومن ہو۔

The conspiracy to kill or expel the Prophet!

Will you not fight those (Quresh of Makkah) who have broken their oaths, conspired to expel the Prophet ˹from Makkah˺, and attacked you first? Do you fear them? Allah is more deserving of your fear, if you are ˹true˺ believers. (9:13)

اس آیت میں اشارہ ہے قریش مکہ کی دارالندوہ کی مشاورت کی طرف جس میں قریش مکہ نے نبی کریمؐ کو (نعوذباللہ) جلاوطن کرنے، قید کرنے یا قتل کرنے کی تجویزوں پر غور کیا تھا۔ اس آیت میں ایسے سازشی عناصر کی سرکوبی کا حکم دیا گیا۔

مجروح دلوں سے غم و غصہ کی دوری

وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ۔ (توبہ۔15)

اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے دل کا غم و غصہ دور کرے گا۔

And Allah will remove the rage from their hearts. (9:15)

یعنی جب مسلمان کمزور تھے تو یہ قریش مکہ ان پر ظلم و ستم کرتے تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں کے دل ان کی طرف سے بڑے دکھی اور مجروح تھے، جب قریش مکہ کو شکست ہو گی اور ذلت و رسوائی ان کے حصے میں آئے گی تو فطری بات ہے کہ اس سے مظلوم اور ستم رسیدہ مسلمانوں کے کلیجے ٹھنڈے ہونگے اور ان کے دلوں کا غصہ دور ہو گا۔

توبہ کی توفیق

وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ (توبہ۔15)

اور اللہ جسے چاہے گا توبہ کی توفیق بھی دے گا اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا ہے۔

And Allah turns in forgiveness to whom He wills; and Allah is Knowing and Wise. (9:15)

وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ : "اور اللہ جسے چاہے گا توبہ کی توفیق بھی دے گا"۔ یعنی کیا پتہ کہ جو لوگ آج اسلام کے خلاف بر سرِ پیکار ہیں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے جسے چاہے اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرما کر اس کی توبہ قبول کر لے، ان میں سے کسی کے دل کو بھی اسلام کی دولت سے آراستہ کر دے اور کفر، فسق اور نافرمانی کو ان کے لئے ناپسندیدہ کر دے کیونکہ اللہ کی ذات بڑی علیم و دانا ذات ہے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اس آیت معلوم ہوا کہ جنگ سے ضروری نہیں کہ خون خرابہ ہو۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دشمن کی جماعت میں سے بہت سے لوگوں کو قبول اسلام کی توفیق ہو جائے۔ اس کا عملی مظاہرہ فتح مکہ کے موقع پر نظر آیا جب بغیر خون ریزی کے بہت سے سرکش اور اسلام کے دشمن مشرف باسلام ہو گئے۔

ایمان و آزمائش: لازم و ملزوم

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ (توبہ16)

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم (مصائب و مشکلات سے گزرے بغیر یونہی) چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون وہ لوگ ہیں جنہوں نے (اس کی راہ میں) جدوجہد کی اور اللہ اور رسول اور مومنین کے سوا کسی کو جگری دوست (محرم راز) نہ بنایا۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

Sacrifice for the Deen!

Do you think that you will be left untested without Allah proving who among you have striven hard ⌜in His cause⌝ and never takes trusted allies other than Allah, His

Messenger, or the believers? And Allah is All-Aware of what you do. (9:16)

The addressees in this Verse were those Muslims who had recently embraced Islam. It means to tell them plainly: “Now that you have embraced Islam, you shall have to give a genuine proof by a test that you have accepted it because you believe in its truth and not because it has become supreme in the Land. The trial is that you shall have to sacrifice your energies, wealth, time etc and make genuine efforts for the cause of Allah. Then you will be regarded as sincere believers.

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو فرماتا ہے کہ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تُتْرَكُوا۔ ”کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم چھوٹ جاؤ گے“ یعنی تمہیں کسی آزمائش اور امتحان میں مبتلا کئے بغیر اور تمہیں کوئی ایسا حکم دیئے بغیر چھوڑ دیا جائے گا جس سے کھرے اور کھوٹے کے درمیان فرق واضح ہوتا ہے۔ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ۔ ”حالانکہ ابھی معلوم نہیں کیا اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے اس کے راستے میں جہاد کیا۔ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِن دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً۔ ”اور نہیں بنایا انہوں نے اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے سوا، کوئی دوست۔ وَلِيْجَة گہرے اور دلی دوست یا بھیدی کو کہتے ہیں جس سے کوئی راز مخفی نہ ہو۔ مسلمانوں کو چونکہ اللہ اور رسول کے دشمنوں سے محبت کرنے اور ان سے رازدارانہ تعلقات رکھنے سے منع کیا گیا تھا کیونکہ اس وقت اسلام اور باطل کی کشمکش عروج پر تھی لہٰذا یہ بھی ایک آزمائش تھی جس سے مخلص مومنوں کو دوسروں سے ممتاز کیا گیا۔

نواں رکوع: مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ۔۔۔ (توبہ۔17)

رکوع کے تفسیری موضوعات

مسجدوں کو آباد کرنے کی سعادت (انّما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر)، مسجد میں آنا ایمان کی علامت ہے (اذا رائیتم الرجل یعتاد المساجد فاشھدو لہ بالایمان)، مسجد کو آباد کرنے سے کیا مراد ہے؟ مساجد کی فضیلت و اہمیت، آداب مسجد، ایمان کی حقیقت، صرف حاجیوں کی خدمت اور مسجد حرام کی تزئین و آرائش نجات کیلئے کافی نہیں

(اجعلتم سقايته الحاج وعمارة المسجد الحرام)،اجر عظیم کے حامل اعمال،رحمت الٰہی کے مستحق لوگ،دین کو رشتہ داری پر فوقیت دیں، مخصوص حالات میں ترک موالات کا حکم۔

مسجدوں کو آباد کرنے کی سعادت

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَ قَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ۔ (توبہ۔17)

اللہ کی مسجدیں وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔یہی لوگ امید ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گے۔(توبہ۔18)

The mosques of Allah shall be visited and maintained by those who believe in Allah and the Last Day and establish prayer and give Zakah and do not fear except Allah, for it is expected that those will be of the [rightly] guided.

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص مساجد کی تعمیر، خدمت،صفائی اور دوسری ضروریات کا انتظام کرتا ہے۔اسی طرح جو شخص عبادت، ذکر اللہ کے لئے یا علم دین اور قرآن پڑھنے پڑھانے کے لئے مسجد میں آتا جاتا ہے اس کے یہ اعمال اس کے مومن ہونے کی شہادت ہے۔

حدیث: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إذا رايتم الرجل يعتاد المسجد فاشهدوا له بالإيمان، قال الله تعالى: إنما يعمر مساجد الله من آمن بالله واليوم الآخر۔(ترمذی) جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ مسجد کے اندر باقاعدگی سے آتا ہے(یعنی پابندی سے مسجد میں نمازیں پڑھنے جاتا ہے)تو اس کے مومن ہونے کی گواہی دو"،کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: إنما يعمر مساجد الله من آمن بالله واليوم الآخر یعنی اللہ کی مسجدیں وہی لوگ آباد رکھتے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔(التوبہ:18)

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح وشام مسجد میں حاضر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مہمان نوازی تیار فرماتے ہیں۔

حدیث: حضرت سلمان فارسی نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں آیا وہ اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے، اور میزبان پر حق ہے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ (طبرانی، بیہقی)

حدیث قدسی میں ہے، اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم کہ میں زمین والوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں لیکن اپنے گھروں (مساجد) کے آباد کرنے والوں اور اپنی راہ میں آپس میں محبت رکھنے والوں اور صبح سحری کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب کو ہٹالیتا ہوں۔

ابن عساکر میں ہے کہ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ وہ الگ تھلگ پڑی ہوئی ادھر ادھر کی بکھری بکری کو پکڑ کرلے جاتا ہے پس تم پھوٹ اور اختلاف سے بچو، اجتماعیت سے وابستہ رہو، مسجدوں کو لازم پکڑے رہو۔

حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں جو نماز کی اذان سن کر پھر بھی مسجد میں آکر باجماعت نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی وہ اللہ کا نافرمان ہے کہ مسجدوں کی آبادی کرنے والے اللہ کے اور قیامت کے ماننے والے ہی ہوتے ہیں۔

حدیث: أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ مَسَاجِدُهَا۔ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب جگہ مساجد ہیں۔ (مسلم)

حدیث: إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالصَّلَاةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ۔ یہ مسجدیں اللہ کے ذکر، نماز اور قرآن کی تلاوت کیلئے ہیں۔ (مسلم)

عمارت مساجد یعنی مساجد کو آباد کرنے سے کیا مراد ہے؟

عمارت کے ظاہری معنی کی رو سے مسجد کی تعمیر اور ضروری انتظامات عمارت مساجد میں داخل ہے۔ لیکن عمارت مساجد کے ایک دوسرے معنی عبادت یعنی نماز اور ذکر اللہ کے لئے مسجد میں حاضر ہونے کے بھی آتے ہیں اور در حقیقت مسجد کی اصلی عمارت و آبادی اسی سے ہے۔ ایک حدیث مبارکہ کے اندر نبی کریم ﷺ نے ذکر الٰہی کو تمام اعمال میں افضل ترین عمل قرار دیا۔ ایک حدیث مبارکہ کے اندر نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنے (الصّلوٰ ة علٰی وقتها) کو سب سے افضل عمل قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ اور نماز کی فضیلت باقی تمام نیک اعمال سے زیادہ ہے اور عمارت مسجد جب بمعنی ذکر اللہ لی جائے تو اس سے مراد یہ ہے کہ مسجد کو آباد کرنا باقی تمام اعمال سے افضل ہے۔

قرآن وسنت کے مجموعی ارشادات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی عمل کا دوسرے عمل سے افضل واعلیٰ ہونا حالات وواقعات کے تابع بھی ہوتا ہے، بعض حالات میں ایک عمل دوسرے سے افضل ہوتا ہے اور حالات بدلنے کے بعد معاملہ اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے، جس وقت اسلام کو دفاع کی ضرورت شدید ہو۔ اسلام چاروں طرف سے دشمن کے نرغے میں ہو اس وقت یقیناً جہاد تمام عبادات سے افضل ہوگا۔ جیسا کہ غزوہ خندق کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی چار نمازیں قضا ہوجانے کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ لیکن جس وقت ایسی شدید ضرورت نہ ہو تو ذکر اللہ، نماز افضل ترین اعمال شمار ہونگے۔

قرآن وسنّت کے مطالعے سے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نیک اعمال میں بھی باہمی تفاضل ہے اور اسی کی مناسبت سے عمل کرنے والوں کے درجات میں تفاضل قائم ہوتا ہے، سب عمل کرنے والے ایک درجہ میں نہیں رکھے جاسکتے اور مدار کثرت عمل پر نہیں بلکہ حسن عمل پر ہے، سورۃ ملک میں آیا ہے: لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کریں گے کہ کون زیادہ اچھا عمل کرنیوالا ہے۔

ایمان کی حقیقت!

صرف حاجیوں کی خدمت اور مسجد حرام کی تزئین و آرائش نجات کیلئے کافی نہیں!

اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۗ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ (توبہ۔19)

کیا تم نے (محض) حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجدِ حرام کی آبادی و مرمت کا بندوبست کرنے (کے عمل) کو اس شخص کے (اعمال) کے برابر قرار دے رکھا ہے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لے آیا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہ لوگ اللہ کے حضور برابر نہیں ہوسکتے، اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔

Real Piety!

Do you consider providing the pilgrims with water and maintaining the Sacred Mosque as equal to believing in Allah and the Last Day and striving in the cause of Allah? They are not equal in Allah's sight. And Allah does not guide the wrongdoing people. (9:19)

This question has been posed to bring home the fact that the guardianship of a shrine or attendance at it or other

religious acts that are done for show and are exploited by worldly people to establish and maintain the show of their piety, have no value whatsoever in the sight of Allah. The real worth of a person with Allah is that he should be sincere in his beliefs and make sacrifices in the Way of Allah. And it is not lawfulthat the guardianship of sacred places and institutions should be left in the hands of these worthless people just because they happen to inhere such rights from their forefathers.

قریش مکہ حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی دیکھ بھال کا کام جو کرتے تھے، اس پر انہیں بڑا فخر تھا اور اس کے مقابلے میں توحید وایمان کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم سقایت حاج اور عمارت مسجد حرام کو ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے برابر سمجھتے ہو؟ یاد رکھو اللہ کے نزدیک یہ برابر نہیں۔

مسند عبدالرزاق کی بعض روایات میں ہے کہ ایک دفعہ طلحہ بن شیبہ، حضرت عباس اور علی کرّم اللہ وجہہ کی آپس میں گفتگو ہو رہی تھی، طلحہ نے کہا کہ مجھے وہ فضیلت حاصل ہے جو تم میں سے کسی کو حاصل نہیں کہ بیت اللہ کی چابی میرے ہاتھ میں ہے میں اگر چاہوں تو بیت اللہ کے اندر جا کر رات گذار سکتا ہوں۔ حضرت عباس نے فرمایا کہ میں حجاج کو پانی پلانے کا منتظم ہوں اور مسجد حرام کا متولی ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ حضرات کس چیز پر فخر کر رہے ہیں، میرا حال تو یہ ہے کہ میں نے سب لوگوں سے چھ مہینہ پہلے بیت اللہ کی طرف نماز پڑھی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک رہا ہوں۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں واضح کر دیا گیا کہ کوئی عمل کتنا ہی اعلیٰ وافضل ہو ایمان کے بغیر اللہ کے نزدیک اس کی کوئی قیمت نہیں اور نہ حالت شرک میں ایسے اعمال کا کرنے والا اللہ کے نزدیک مقبول ہے۔

بعض روایات میں اس آیت کا سبب نزول مسلمانوں کی آپس میں ایک گفتگو کو بتلایا گیا ہے کہ ایک روز منبر نبویؐ کے قریب کچھ مسلمان جمع تھے اس میں سے ایک نے کہا کہ اسلام لانے کے بعد میرے نزدیک سب سے بڑا عمل حاجیوں کو پانی پلانا ہے دوسرے نے کہا مسجد حرام کو آباد کرنا ہے تیسرے نے کہا اللہ کے دین کیلئے جدوجہد ان تمام اعمال سے بہتر ہے جو تم نے بیان کیے ہیں۔ راوی حدیث حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جمعہ کے بعد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی آپس کی اس گفتگو کی بابت استفسار کیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح مسلم)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایمان باللہ کے بغیر کوئی بھی عمل مقبول نہیں اس لیے آیت میں سب سے پہلے اسے بیان کیا گیا۔

اجر عظیم کے حامل اعمال!

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللهِؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ (توبہ۔20)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے رہے وہ اللہ کی بارگاہ میں درجہ کے لحاظ سے بہت بڑے ہیں، اور وہی لوگ ہی مراد کو پہنچے ہوئے ہیں۔

Deeds which carry huge reward!

Those who have believed, emigrated, and strived for the cause of Allah with their wealth and their souls are greater in rank in the sight of Allah. It is they who will triumph. (9:20)

رحمت الٰہی کے مستحق لوگ

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًاؕ اِنَّ اللهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (توبہ۔21-22)

ان کا رب انہیں اپنی رحمت اور خوشنودی اور ایسی جنتوں کی بشارت دیتا ہے جہاں ان کے لیے پائیدار عیش کے سامان ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ بے شک اللہ کے ہاں بڑا اجر و ثواب ہے۔

Eternal Gardens!

Their Lord gives them good news of His mercy, pleasure, and Gardens with everlasting bliss. (9:21)

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ: "ان کو ان کا رب بشارت دیتا ہے" اپنی طرف سے رحم و کرم، ان پر لطف و احسان اور ان سے اعتناء اور محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ "اپنی طرف سے رحمت کی" جس کے ذریعے سے وہ ان سے برائیوں کو دور کرتا اور ہر طرح کی بھلائی ان تک پہنچاتا ہے۔ وَرِضْوَانٍ "اور اپنی رضامندی کی" جو جنت میں سب سے بڑی اور نہایت جلیل القدر نعمت

ہو گی۔ پس وہاں اللہ تعالیٰ اہل جنت کے سامنے اپنی رضا مندی کا اعلان فرمائے گا اور پھر کبھی ان پر ناراض نہیں ہو گا۔ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ۔ "اور ایسی جنتوں کی بشارت دیتا ہے جہاں ان کے لیے پائیدار عیش کے سامان ہیں"۔

حدیث: ایک حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: يقول الله عز وجل اعددت لعبادي الصالحين ما لا عين رات، ولا اذن سمعت، ولا خطر على قلب بشر کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ان کا کسی بشر کے دل میں خیال گزرا۔

خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا: "اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے"

إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ: "بے شک اللہ کے پاس بڑا اجر و ثواب ہے"۔

دین کو رشتہ داری پر فوقیت دیں

مخصوص حالات میں ترک موالات کا حکم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (توبہ۔23)

اے ایمان والو! اگر تمہارے باپ اور تمہارے بھائی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو ترجیح دیں تو پھر ان کو اپنا رفیق و کارساز نہ بناؤ۔ اور جو کوئی ان کو رفیق و کارساز بنائے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اسلام بلاشبہ صلہ رحمی کی تاکید کرتا ہے۔ قرآن و حدیث ماں باپ بھائی بہن اور تمام رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنے کی ہدایات سے بھرے ہوئے ہیں۔ مگر اس آیت میں یہ بتلا دیا کہ ہر رشتہ اور تعلق کی ایک حد یا ریڈ لائن ہوتی ہے اور ایک مسلمان کیلئے دنیاوی رشتوں کی حد قرآن و سنّت نے واضح کر دی ہے۔ رشتہ داری اور دوستی کے سارے تعلقات پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا تعلق مقدم ہے۔ صحابہ کرام کا وہ عمل جس کی وجہ سے وہ ساری امت سے افضل و اعلیٰ قرار پائے یہی چیز تھی کہ انہوں نے دین پر سارے دنیاوی تعلقات کو ترجیح دی۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَـهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗوَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ (توبہ۔24)

(اے نبی) آپؐ فرمادیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے، اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔

Say, ˹O Prophet,˺ "If your parents and children and siblings and spouses and extended family and the wealth you have acquired and the trade you fear will decline and the dwellings that you cherish—˹if all these˺ are dearer to you than Allah and His Messenger and striving in His cause, then wait until Allah brings about His decree. Allah does not guide the rebellious people." (9:24)

آیت کا شانِ نزول: سورۃ توبہ کی یہ آیت دراصل ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے مکہ سے ہجرت فرض ہونے کے وقت ہجرت نہیں کی، ماں باپ، بھائی، بہن، اولاد اور بیوی اور مال و جائیداد کی محبت نے ان کو فریضہ ہجرت ادا کرنے سے روک دیا۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو یہ حکم دیا کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دیں: فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ کہ اللہ کے حکم کا انتظار کرو۔

فرض ہجرت کا یہ حکم فتح مکہ کے بعد منسوخ ہو گیا تھا۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ کے اندر آتا ہے کہ لا هجرة بعد الفتح۔ فتح مکہ کے بعد ہجرت کی ضرورت نہیں۔

آیت مذکورہ میں براہ راست خطاب تو ان مسلمانوں سے ہے جنہوں نے دور نبویؐ میں ہجرت فرض ہونے کے باوجود وقت دنیوی تعلقات کی محبت سے مغلوب ہو کر ہجرت نہیں کی۔ لیکن الفاظ آیت کا عمومی اطلاق تمام مسلمانوں پر ہوتا ہے اور انہیں یہ حکم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اس درجہ ہونا لازم و واجب ہے کہ دوسرا کوئی تعلق اور کوئی محبت اس پر غالب نہ آئے۔ انسان اتنا دنیا پرست نہ ہو جائے کہ فرائض سے غفلت برتنا شروع کر دے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس آیت سے ہمیں ایک اصولی ہدایت ملتی ہے جس کو بڑے داعیانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ رسولؐ کے حکم کو ہر چیز پر مقدم رکھو۔

حدیث: ایک بخاری و مسلم شریف کی ایک حدیث میں جو بروایت حضرت انس منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والنّاس اجمعین۔ کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اور اولاد اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حدیث: ابوداؤد و ترمذی میں بروایت ابو امامہ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من احب للہ وابغض للہ واعطیٰ للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان۔ کہ جس نے کسی سے دوستی کی تو اللہ کے لئے کی اور دشمنی کی تو وہ بھی اللہ کے لئے کی اور مال کو خرچ کیا تو وہ بھی اللہ کے لئے، اور کسی جگہ خرچ کرنے سے رکا تو وہ بھی اللہ کے لئے، اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کی تکمیل اس پر موقوف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت سب محبتوں پر غالب ہو، اور انسان کی دوستی دشمنی اللہ و رسولؐ کے حکم کے تابع ہو۔

مفسر قرآن امام بیضاویؒ نے فرمایا کہ محبت سے مراد اس جگہ اختیاری محبت ہے، غیر اختیاری اور طبعی محبت مراد نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس کی طاقت و اختیار سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، اس لئے اگر کسی شخص کا دل ان دنیوی تعلقات کی طبعی محبت سے لبریز ہو مگر ان سے اتنا مغلوب نہ ہو کہ اللہ و رسول کے احکام کی خلاف ورزی کی پروا نہ کرے، تو وہ اس وعید سے مستثنیٰ ہے۔

آیت کے اندر عشیرۃ اسم جمع ہے، وہ قریب ترین رشتہ دار جن کے ساتھ آدمی زندگی کے شب و روز گزارتا ہے، یعنی کنبہ قبیلہ۔ اقتراف کسب (کمائی) کے معنی کے لئے آتا ہے، تجارت، سودے کی خرید و فروخت کو کہتے ہیں جس کا مقصد نفع کا حصول ہو، کساد، مندے کو کہتے ہیں یعنی سامان فروخت موجود ہو لیکن خریدار نہ ہو یا اس چیز کا وقت گزر چکا ہو، جس کی وجہ سے لوگوں کو ضرورت نہ رہے۔ دونوں صورتیں مندے کی ہیں۔ مساکن سے مراد وہ گھر ہیں جنہیں انسان موسم کے شدائد و حوادث سے بچنے آبرومندانہ طریقے سے رہنے سہنے اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کے لئے تعمیر کرتا ہے، یہ ساری چیزیں اپنی اپنی جگہ ضروری ہیں اور ان کی اہمیت وافادیت بھی ناگزیر اور قلوب انسانی میں ان سب کی محبت بھی طبعی ہے (جو مذموم نہیں) لیکن اگر ان کی محبت اللہ اور رسول کی محبت سے زیادہ ہو جائے، تو یہ بات اللہ کو ناپسندیدہ ہے اور یہ وہ فسق ہے جس سے

انسان اللہ کی ہدایت سے محروم ہو سکتا ہے۔احادیث میں نبی کریم ﷺ نے بھی اس مضمون کو وضاحت سے بیان فرمایا ہے ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا" قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں جب تک میں اس کو اس کے والد سے اس کی اولاد سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ جاؤں۔ (بخاری)

یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ اور رسول ؐ کی محبت فرض ہے اور دیگر تمام اشیا کی محبت پر مقدم ہے۔ نیز آیت کریمہ میں اس شخص کے لیے نہایت سخت وعید کا اظہار کیا گیا ہے جسے یہ مذکورہ چیزیں اللہ، اس کے رسول سے زیادہ محبوب ہیں۔اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کے سامنے دو امور پیش ہوں ان میں ایک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب ہو مگر اس میں اس کے نفس کی چاہت کا کوئی پہلو نہ ہو اور دوسرے معاملے کو نفس پسند کرتا ہو مگر اس کی اختیار کرنے سے اس چیز سے محروم ہو جاتا ہو جسے اللہ اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں یا اس چیز میں کمی واقع ہو جاتی ہو اس صورت میں اگر وہ اس چیز کو اس امر پر ترجیح دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس حکم کا تارک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کیا ہے۔

دسواں رکوع: لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِىْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ۔۔۔ (توبہ۔25)

رکوع کے تفسیری موضوعات

نصرت الٰہی، غزوہ حنین، سکینت الٰہی، غزوہ حنین سے حاصل ہونے والے چند اسباق: اپنی طاقت پر غرور نہ کرو، بڑا دعویٰ مت کرو، عاجزانہ رویہ اختیار نہ کرو، مغلوب لوگوں کے ساتھ بھی عدل و انصاف، دین کی دولت اور توبہ کی توفیق، روح کو آلودہ کرنے والی نجاستیں، مسجد حرام (حدود حرم) کا خاص تقدس اور داخلے کے خاص آداب۔

نصرت الٰہی، غزوہ حنین

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِىْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۚ۔ (توبہ۔25)

بیشک اللہ نے بہت سے مقامات میں تمہاری مدد فرمائی اور (خصوصاً) حنین کے دن جب تمہاری (افرادی قوت کی) کثرت نے تمہیں نازاں بنادیا تھا پھر وہ (کثرت) تمہیں کچھ بھی نفع نہ دے سکی اور زمین باوجود اس کے کہ وہ فراخی رکھتی تھی، تم پر تنگ ہو گئی چنانچہ تم پیٹھ پھیر کر مڑ گئے۔

Indeed, Allah has given you victory on many battlefields, even at the Battle of Hunain, when you took pride in your great numbers, but they proved of no advantage to you. The earth, despite its vastness, seemed to close in on you, then you turned back in retreat. (9:25)

In this Verse Allah reminds that victory comes from Him, by His aid and decree, not because of numbers or resources. On the day of Hunayn, the Muslims were proud because of their large number, which did not avail them. Later Allah swt sent his aid and eventually the Prophet and his companions were victorious because of the help of Allah swt. It was a Divine Assurance that be assured that Allah will help you to succeed in your mission in the future.

ان آیات میں غـــزوہ حنین سے متعلقہ واقعات کا ذکر ہے جیسا کہ اس سے پہلے فتح مکہ اور اس کے متعلقات کا ذکر تھا۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ: اس سے پہلے سورت انفال میں فتح مکہ اور اسکے متعلقات کا ذکر تھا، اس سورت میں غزوہ حنین کے واقعات، شکست وفتح کا اور ان کے ضمن میں بہت سے اصولی اور فروعی مسائل کا بیان ہے۔ اس رکوع کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انعـام واحسـان کا ذکر فرمایا ہے۔ عمومی احسان کا ذکر فرمانے کے بعد خصوصی انعام واحسان کے طور پر غـــزوہ حنین میں اپنی نصرت کا ذکر فرمایا۔ غزوہ حنین کو خصوصیت کے ساتھ اس وجہ سے ذکر فرمایا کہ اس میں بہت سے واقعات اور حالات خــلاف توقع عجیب انداز سے ظاہر ہوئے جن میں غور کرنے سے انسان کے ایمان میں قوت اور عمل میں ہمت پیدا ہوتی ہے۔ حنین مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان مکہ سے اٹھارہ میل سے زیادہ فاصلہ پر واقع ہے۔ رمضان المبارک 8 ہجری میں مکہ فتح ہو جانے اور قریش مکہ کے ہتھیار ڈال دینے کے دو ہفتہ کے بعد قدیم جاہلی نظام نے آخری جنگ حنین کے میدان میں کی۔ اس کی صورت یہ پیش آئی کہ عرب کا ایک بہادر اور تیر اندازی میں مشہور، جنگجو اور مالدار قبیـلہ ہوازن جس کی ایک شاخ طائف کے رہنے والے بنو ثقیف بھی تھے ان میں ہل چل مچ گئی انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مکہ

فتح ہوجانے کے بعد مسلمانوں کو کافی قوت حاصل ہوگئی ہے اس سے فارغ ہونے کے بعد لازمی ہے کہ ان کا رخ ہماری طرف ہوگا اس لئے دانشمندی کی بات یہ ہے کہ ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے پہلے ہم خود ان پر حملہ کردیں، اس کام کے لئے قبیلہ ہوازن نے اپنی سب شاخوں کو جو مکہ سے طائف تک پھیلی ہوئی تھیں جمع کرلیا، قبیلہ ہوازن کی تمام شاخیں جن کی تعداد سو کے قریب تھی سوائے بنو کعب اور بنو کلاب کے جو قبیلہ ہوازن کے خیال سے متفق نہیں تھے جمع ہوگئے، بنو کعب اور بنو کلاب کو اللہ تعالیٰ نے کچھ بصیرت عطا فرمادی تھی انہوں نے کہا اگر مشرق سے مغرب تک ساری دنیا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف جمع ہوجائے گی تو وہ ان سب پر غالب آجائیں گے ہم خدائی طاقت کے ساتھ جنگ نہیں کرسکتے، حنین کے معرکہ میں قبیلہ ہوازن اور اس کے حلیفوں نے اپنی پوری قوت جھونک دی تاکہ اس **اسلامی انقلاب** کو روک دیں لیکن اسلام کا راستہ روکنے کی یہ **آخری کوشش** بھی ناکام ہوئی اور حنین کی شکست کے ساتھ عرب کی قسمت کا قطعی فیصلہ ہوگیا کہ اس ساری سرزمین کو **دارالاسلام** بن کر رہنا ہے۔

حنین کے معرکہ میں اسلامی لشکر کی صورت حال یہ تھی کہ یہ پہلا موقع تھا کہ چودہ ہزار صحابہ کرام مقابلہ کے لئے نکلے تھے، اور سامان جنگ بھی ہمیشہ کی بہ نسبت زیادہ تھا۔ مسلمان یہ دیکھ چکے تھے کہ بدر میں صرف تین سو تیرہ لوگوں نے ایک ہزار کے لشکر جرار پر فتح پائی تو آج اپنی کثرت اور تیاری پر نظر کرتے ہوئے بعض لوگوں کی زبان سے یہ نکل گیا کہ آج تو ممکن نہیں کہ ہم کسی سے مغلوب ہوجائیں چنانچہ جنگ کے شروع میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تو دشمن کی فوج لڑکھڑا گئی اور ان میں **بھگدڑ** مچ گئی اور مسلمان مال غنیمت حاصل کرنے میں لگ گئے۔ اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کی یہ بات ناپسند آئی کہ مسلمان اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنے کی بجائے اپنی کثرت تعداد اور تیاری پر بھروسہ کریں۔ جنگ نے اچانک پانسہ پلٹا جب قبیلہ ہوازن نے طے شدہ پروگرام کے مطابق چاروں طرف سے گھیر اڈال دیا اور گرد وغبار نے دن کو رات بنادیا تو اسلامی لشکر کے پیر اکھڑ گئے اور مسلمانوں کی فتح شکست میں بدلنے لگی۔ سوائے نبی کریمؐ اور چند صحابہ کرام ثابت قدم رہے۔ آپؐ نے سب صحابہ کرام کو پکار کر فرمایا کہ: أَنَا النَّبِيّ لَا كَذِب أَنَا ابْنُ عَبدِ المطلب۔ آخر کار مسلمانوں کو غیرت آئی دوبارہ سب نے جمع ہو کر بے جگری کے ساتھ مقابلہ شروع کیا، آسمان سے فرشتوں کی مدد نازل ہوئی دشمن کی فوج کے سپہ سالار نے اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی اور طائف کے قلعہ میں روپوش ہوگیا، یہ صورت حال دیکھ کر دشمن کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی اور مسلمانوں کو بالآخر فتح نصیب ہوئی۔

غزوہ حنین میں مسلمانوں کی عددی کثرت اور ساز وسامان حرب کے کافی ہونے کی وجہ سے بعض مسلمانوں کی زبان پر جو **بڑا بول** آگیا تھا کہ آج تو کسی کی مجال نہیں کہ جو ہم سے بازی لے جاسکے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی اس محبوب جماعت کی زبان سے ایسے کلمات

پسند نہ آئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابتدائی کامیابی کے بعد مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن پھر اللہ ہی کی غیبی مدد سے یہ میدان نہ صرف فتح ہوا بلکہ دشمن قبائل کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق دی اور وہ سب مسلمان بھی ہو گئے۔

سکینت الٰہی

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۗ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ۔ (توبہ۔26)

پھر اللہ نے اپنے رسولؐ پر اور ایمان والوں پر اپنی تسکین (رحمت) نازل فرمائی اور اس نے (ملائکہ کے ایسے) لشکر اتارے جنہیں تم نہ دیکھ سکے اور اس نے ان لوگوں کو عذاب دیا جو کفر کر رہے تھے، اور یہی منکرین کی سزا ہے۔

Then Allah sent down His reassurance i.e. tranquillity upon His Messenger and the believers and sent down forces i.e. angles you could not see and punished those who disbelieved. Such was the recompense of the disbelievers. (9:26)

ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ: پھر اللہ نے اپنے رسولؐ پر اور اہل ایمان پر اپنی تسکین (رحمت) نازل فرمائی۔ سکینت اس کیفیت کا نام ہے جو دل کو ہلا دینے والے تباہ کن واقعات اور حوادثات کے وقت اللہ تعالیٰ دل میں پیدا کرتا ہے جو دل کو سکون عطا کر کے انسان کو مطمئن کرتی ہے۔ یہ سکون قلب بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا: "اور ایسے لشکر اتارے جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے" یہ لشکر وہ فرشتے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے حنین کی جنگ میں مسلمانوں کی مدد کے لئے نازل فرمایا جو مسلمانوں کو ثابت قدم رکھتے تھے اور انہیں فتح و نصرت کی خوشخبری دیتے تھے۔

غزوہ حنین سے حاصل ہونے والے چند اسباق

آیات مذکورہ میں سب سے پہلی ہدایت تو یہ دی گئی کہ مسلمانوں کو کسی وقت بھی اپنی طاقت پر غرور نہیں کرنا چاہئے، جس طرح کمزوری اور بے سامانی کے وقت ان کی نظر اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد پر رہتی ہے اسی طرح قوت و طاقت کے وقت بھی ان کا اعتماد اور توکل اللہ تعالیٰ کی نصرت پر ہی ہونا چاہئے۔

کبھی بھی اپنی زبان سے بڑابول نہیں بولنا چاہئے بلکہ ہمیشہ سب کچھ ہونے کے باوجود عاجزی اور انکساری اختیار کرنی چاہئے۔ غزوہ حنین میں مسلمانوں کی عددی کثرت اور سامان حرب کے کافی ہونے کی وجہ سے بعض صحابہ کرام کی زبان پر جو بڑابول آ گیا تھا کہ آج تو کسی کی مجال نہیں جو ہم سے بازی لیجا سکے، اللہ تعالیٰ کو اپنی اس محبوب جماعت کی زبان سے ایسے کلمات پسند نہ آئے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ کے ابتدائی مرحلے میں ہی مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی کی غیبی نصرت سے یہ میدان فتح ہوا۔

ایک سبق یہ بھی معلوم ہو کہ مفتوح و مغلوب اقوام کے اموال میں بھی عدل وانصاف اور احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین کے لئے مکہ کے مفتوح غیر مسلموں سے جو سامان جنگ مستعار لیا تھا اسے جنگ کے بعد واپس کیا گیا۔ یہ ایسا موقع تھا کہ ان سے زیردستی بھی یہ چیزیں لی جا سکتی تھیں جیسا کہ عموماً فاتح اقوام کا وطیرہ ہوتا ہے مگر حضور اکرمؐ نے اخلاقیات کی اعلیٰ ترین مثال قائم فرمائی۔

قبیلہ ہوازن کے لوگوں کے حملہ آور ہونے اور تیر برسانے کے جواب میں رحمۃ للعالمینؐ کی زبان مبارک سے بد دعا کے بجائے ان کے لئے ہدایت کی دعا نکلتی رہی۔ یہ سنّت اہل اسلام کو یہ سبق دے رہی ہے کہ مسلمانوں کی جنگ و جہاد کا مقصد صرف دشمن کو زیر کرنا نہیں، بلکہ انسانیت کو ہدایت پر لانا ہے اور یہ مقصد جنگ کے دوران بھی نہیں بھولنا چاہئے۔

تیسری آیت نے یہ ہدایت کردی کہ جو دشمن مقابلہ میں مغلوب ہو جائیں ان سے بھی مایوس نہ ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ ان کو پھر اسلام وایمان کی ہدایت دیدیں، جیسا کہ وفد ہوازن کے قبول اسلام سے ثابت ہوا۔

حقوق کے معاملہ میں جب تک دلی رضامندی نہ ہو کسی کا حق لینا جائز نہیں۔ مجلس کے رعب یا لوگوں کی شرم سے کسی کا خاموش رہنا رضامندی کے لئے کافی نہیں۔ قبیلہ ہوازن کے جنگی قیدیوں کی واپسی کے وقت جب صحابہ کرام کے مجمع سے حضور اکرمؐ نے سوال کیا اور حاضرین کی طرف سے یہ آوازیں آئیں کہ ہم سب انکی واپسی کے لئے خوشدلی سے رضامند ہیں، تو حضور اکرمؐ نے اس کو کافی نہ سمجھا بلکہ الگ الگ ہر ایک کی رائے لینے کا اہتمام فرمایا۔

اسی سے فقہاء کرام نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ کسی شخص پر اپنی شخصیت کا رعب ڈال کر کسی دینی مقصد کے لئے چندہ کرنا بھی درست نہیں، کیونکہ ایسے حالات میں بہت سے شریف آدمی محض شرما شرمی کچھ دیدیتے ہیں، دلی رضامندی نہیں ہوتی، لہٰذا یہ طریقہ درست نہیں۔ اس طرح کے مال میں برکت بھی نہیں ہوتی۔

دین کی دولت اور توبہ کی توفیق خوش نصیب لوگوں کو ملتی ہے

ثُمَّ يَتُوْبُ اللهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (توبہ۔27)

پھر اللہ اس کے بعد بھی جس کی چاہتا ہے توبہ قبول فرماتا ہے (یعنی اسے اسلام اور توبہ کی توفیق سے نوازتا ہے)، اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

Then afterwards Allah will turn in grace to whoever He wills. And Allah is All-Forgiving, Most Merciful. (9:27)

"Allah will accept repentance" refers to the large number of the disbelievers who embraced Islam after the victory at Hunain as a result of the kind and generous treatment they received from the Prophet (peace be upon him), in spite of their former antagonism. Therefore, loving character of the Prophet (PBUH) encouraged people to accept Islam.

روح کو آلودہ کرنے والی نجاستیں

مسجد حرام (حدود حرم) کے خاص تقدس کی وجہ سے اس میں داخلے کے خاص آداب

حدود حرم میں غیر مسلموں کا داخلہ

غیر مسلموں کے حدود حرم میں داخلے کے حوالے فقہاء کرام کی آراء مختلف ہیں۔ جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ حرم کعبہ کے مخصوص آداب اور خاص تقدس کی وجہ سے ان کا داخلہ منع ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ یہ حکم مسجد حرام کے لئے مخصوص ہے دوسری مساجد میں ان کا داخلہ ممنوع نہیں۔ (قرطبی)۔

البتہ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک دوسرے فقہاءؒ سے مختلف ہے۔ امام صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ آیت میں مسجد حرام کے قریب نہ جانے کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ سال سے مشرکین کو مشرکانہ طرز پر حج و عمرہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ وہ یہ دلیل پیش فرماتے ہیں کہ جس وقت اعلان حج کر دیا گیا تھا تو اس اعلان میں اس بات کی وضاحت تھی۔ اس لئے فلا يقربوا المسجد الحرام کے معنی بھی یہی ہوں گے کہ آئندہ سال سے مشرکین کو بیت اللہ کے حج کی اور حدود حرم میں مشرکانہ اعمال کی اجازت نہ ہوگی۔ البتہ دیگر کسی ضرورت سے وہ حدود حرم میں حکومت کی اجازت سے داخل ہوسکتے ہیں۔ وفد ثقیف کا واقعہ اس بات کی

دلیل ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب ان کا وفد رسول اللہ ؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا تھا، حالانکہ یہ لوگ مسلمان نہیں تھے۔

گیارہوں رکوع: وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨ ابْنُ اللّٰهِ۔۔۔ (توبہ۔30)

رکوع کے تفسیری موضوعات

بے حقیقت عقائد، اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو رب بنانا، دو غلط عقائد کی نشاندہی، اللہ کے نور کو بجھانے کی کوشش (یریدون لیطفئو نور اللہ)، غلبہ اسلام، دین حق کا بقیہ ادیان پر غلبہ، دین اسلام کی دیگر مذاہب پر علمی فوقیت، مذہب کے نام پر لوگوں کا مال ناحق نہ کھاؤ(انّ كثير من الاحبار والرهبان لياكلون اموال الناس بالباطل)، زکوٰۃ ادا کئے بغیر مال و دولت کے خزانے جمع نہ کرو(والّذين يكنزون الذهب والفظة۔۔)، زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا سخت وبال، حرمت والے مہینے، احکام دین میں ردوبدل انتہائی مذموم سوچ ہے۔

بے حقیقت عقائد

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِــــُٔـوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔ (توبہ۔30)

اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبان سے کہتے ہیں۔ یہ ان منکرین حق کی بات نقل کرنے لگے ہیں جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اللہ انہیں غارت کرے یہ کدھر بھٹکے جارہے ہیں۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨ ابْنُ اللّٰهِ: تورات میں عزرا کا لفظ ہے۔ عُزَيْر، بنی اسرائیل کے ایک مشہور بزرگ کا نام ہے جن کے متعلق بعض اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ وہ اللہ کے فرزند ہیں (نعوذ باللہ)۔ روح المعانی میں ہے: اختلف في عزير هل هو نبي ام لا والا كثرون على الثاني۔ یعنی حضرت عزیر کے نبی ہونے میں اختلاف ہے۔ اکثریت کی رائے ہے کہ وہ نبی نہیں تھے۔۔ بعض نے لکھا ہے کہ بخت نصر کے یروشلم پر حملے اور اس کی مکمل تباہی کے بعد تورات دنیا

سے معدوم ہوگئی تھی۔ حضرت عزیرؒ نے تورات کو اپنے حافظہ سے دوبارہ مرتب کیا اور اپنی یادداشت سے تورات کا دوبارہ املاء کرایا۔ ایک لحاظ سے انہوں نے تورات کی شریعت کی تجدید کی۔ اسی وجہ سے بنی اسرائیل ان کی بہت تعظیم کرتے ہیں۔ یہود کے بعض فرقے تعظیم میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ ان کے بارے میں ابن اللہ تک عقیدہ بنالیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد صلبی یا حقیقی بیٹا نہیں بلکہ اس سے خدا کا لاڈلہ ہونا مراد ہے۔ قرآن ہی میں ایک دوسری جگہ اہل کتاب ہی کی زبان سے استعمال ہوا ہے:قالوا نحن ابناء اللہ وَاَحِبَّاءُہ۔ وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔ یہاں ابناء کے معنی مجازی اور معنوی اولاد کے ہیں نہ کہ حقیقی اولاد کے۔(بحوالہ تفسیر ماجدیؒ)

اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو رب بنانا

دو غلط عقائد کی نشاندہی

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (توبہ۔31)

انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنالیا تھا اور مسیح ابن مریم کو بھی۔ حالانکہ انہیں یہی حکم ہوا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے بے نیاز ہے۔

They have taken their scholars and monks as lords besides Allah, and [also] the Messiah, the son of Mary, even though they were commanded to worship none but One God. There is no god ˹worthy of worship˺ except Him. Glorified is He above what they associate ˹with Him˺! (9:31)

When ’Adi ibn Ḥâtim, a companion of the Prophet, heard this verse, he said, “But the People of Book do not worship their scholars and monks!” The Prophet (PBUH) replied, “Did their scholars and monks forbid the permissible and permit the forbidden, and they obeyed them?” ’Adi answered, “Yes, they did.” The Prophet concluded, “This is how they worshiped them.” (Tirmidhi)

اس آیت میں دو غلط عقائد کی نشاندہی کی گئی ہے۔ایک کسی کو خدا کا بیٹا قرار دینا اور دوسرا اپنی طرف سے کسی کو شریعت سازی کا حق دے دینا۔جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہوں وہ اپنے ایمان باللہ کے دعوے میں جھوٹے ہیں چاہے یہ خدا کی ہستی کو مانتے ہوں۔ ان کے تصور خدائی کی چونکہ بنیاد ہی غلط ہے اس وجہ سے ان کا اللہ کو ماننا نہ ماننے کے برابر ہے۔

حدیث: اس آیت کی تفسیر حضرت عدی بن حاتمؓ کی بیان کردہ حدیث سے بخوبی ہو جاتی ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ کیسے انہوں (اہل کتاب) نے اپنے علماء کو رب بنالیا؟ آپؐ نے فرمایا: یہ ٹھیک ہے کہ انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی لیکن یہ بات تو ہے نا کہ ان کے علماء نے جس کو حلال قرار دے دیا، اس کو انہوں نے حلال اور جس چیز کو حرام کر دیا اس کو حرام ہی سمجھا۔یہی ان کی عبادت کرنا ہے۔(صحیح ترمذی)

اس آیت میں ان لوگوں کے لیے بڑی تنبیہ ہے جنہوں نے اپنے دینی رہنماؤں کو تحلیل و تحریم کا منصب دے رکھا ہے اور ان کے اقوال کے مقابلے میں وہ نصوص قرآن وحدیث کو بھی اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

اللہ کے نور کو بجھانے کی کوشش

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَ فْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔(توبہ۔32)

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔اور اللہ (یہ بات) قبول نہیں فرماتا مگر یہ (چاہتا ہے) کہ وہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا دے۔اگرچہ یہ بات منکرین حق کو کتنی ہی ناپسند ہو۔

They wish to extinguish Allah's light1 with their mouths, but Allah will only allow His light to be perfected, even to the dismay of the disbelievers. (9:32)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسولؐ کو جو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے، دشمنان اسلام چاہتے ہیں کہ اپنی سازشوں اور چالوں سے اس کو مٹا دیں۔ان کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص سورج کی روشنی کو یا چاند کی چاندنی کو اپنی پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کرے۔جس طرح یہ ناممکن ہے اسی طرح جو دین حق اللہ نے اپنے رسول کو دے کر بھیجا ہے اس کا مٹانا بھی ناممکن ہے۔وہ تمام ادیان باطلہ پر غالب آ کر رہے گا ان شاءاللہ۔دلائل وبراہین کے اعتبار سے تو یہ غلبہ ہر وقت حاصل ہے تاہم جب مسلمانوں نے اپنے دین پر عمل کیا تو انہیں بے دینوں پر غلبہ بھی حاصل ہوا، اور اب بھی اگر مسلمان اپنے دین پر صحیح معنوں میں عمل کرنے والے بن جائیں تو دین اسلام کو دوبارہ عروج نصیب ہو سکتا ہے اس لئے کہ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

غلبہ اسلام

دین حق کا باقی ادیان پر غلبہ

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔(توبہ۔33)

وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو باقی ادیان پر غالب کردے اگرچہ مشرکین کو برا لگے۔

Islam will dominate as a true religion!

He is the One Who has sent His Messenger with ˹true˺ guidance and the religion of truth, making it prevail over all others, even to the dismay of the polytheists. (9:33)

دلائل وبراہین کے لحاظ سے تو یہ غلبہ ہر وقت حاصل ہے۔ تاہم مسلمانوں نے دین پر عمل کیا تو انہیں دنیاوی غلبہ بھی حاصل ہوا۔ اور اب بھی مسلمان اگر اپنے دین پر عمل کرنے والے بن جائیں تو ان کا غلبہ یقینی ہے، اس لئے کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ ان تنصر و اللہ ینصرکم۔ اگر تم اللہ کے دین کے خادم بنوگے تو اللہ تمہاری نصرت فرمائے گا۔

مذہب کے نام پر لوگوں کا مال ناحق نہ کھاؤ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۔ (توبہ۔34)

اے ایمان والو! بہت سے عالم اور درویش لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔۔۔ توبہ۔34

Warning against corrupt Scholars!

O you who have believed, indeed many of the scholars and the monks consume people’s wealth wrongfully and avert ˹others˺ from the way of Allah. (9:34)

Some Faith leaders are guilty of two sins. First, they consume the wealth of the common people by selling false

decrees, and by taking bribes, gifts and presents on different pretexts. They invent religious regulations and rituals as tempt people to buy their salvations and fortunes in life from them and make deaths and marriages dependent on the payment of due price to these monopolists of Paradise. To add to this another sin, they avert people from the Way of Allah by involving them into different sorts of deviations and by obstructing the way of righteous mission with the obstacles of learned doubts and pious suspicions.

احبار حبر کی جمع ہے یہ ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو بات کو خوبصورت طریقہ سے پیش کرنے کا طریقہ رکھتا ہو۔ خوبصورت اور منقش کپڑے کو ثُوب مُحَبَّر کہا جاتا ہے۔رھبان راہب کی جمع ہے جو رہبنہ سے مشتق ہے۔

احبار اور رھبان سے یہاں مراد وہ راہب اور جوگی ہیں جو کلام اللہ میں تحریف و تغیر کر کے لوگوں کی خواہشات کے مطابق مسئلے بتاتے اور اس کام کے بدلے لوگوں سے نذرانے وصول کرتے ہیں۔اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے عملاً روکتے ہیں۔

اگرچہ بعض مفسرین نے اس سے اہل کتاب کے مخصوص علماء کو مراد لیا ہے لیکن دوسرے مفسرین کے نزدیک یہ آیت تذکیر کیلئے عام ہے اور اس کا مقصد لوگوں کو ایسے مذھبی پیشواؤں سے خبردار کرنا ہے جو مذہب کے نام پر لوگوں کا مالی استحصال کرتے ہیں۔اس لحاظ سے آیت کا سبق عموی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ تم پچھلی امتوں کے طور طریقوں کی ضرور پیروی کرو گے۔

حضرت ابن المبارک (رح) کہتے ہیں: وھل افسدالدین الا الملوک واحبار سوء ورھبانھا۔ یعنی دین میں بگاڑ اور فساد امراء سلطنت کی مداخلت اور علماء سوء کی وجہ سے آتا ہے۔

زکوٰۃ ادا کئے بغیر مال ودولت کے خزانے نہ بناؤ

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔(توبہ۔34)

اور جو لوگ سونا اور چاندی کے خزانے جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیں۔

And those who hoard gold and silver and spend it not in the way of Allah – give them tidings of a painful punishment. (9:34)

اس آیت میں زکوٰۃ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ زکوٰۃ کے معنی طہارت اور پاکی کے ہیں۔اس لحاظ سے زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔زکوٰۃ اسلام کے پانچ بنیادی ستونوں میں سے ایک ہے۔جن پر اسلام کی بنیاد استوار کی گئی ہے۔زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں تقریباً بتیس مقامات پر نماز جیسی اہم عبادت کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔تو وہیں اس کے نہ ادا کرنے والوں کو سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

زکوٰۃ کی فضیلت واہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد جب ارتداد کی ہوا چلی تو مختلف قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا تب سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے خلاف اعلان جنگ کیا تھا۔

دین میں زکوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ ہر مال دار (صاحب نصاب) اپنے مال کا چالیسواں حصہ اللہ کی راہ میں دے گا، جو غریب مساکین کا حق ہے۔یہ ادائیگی ہر سال ضروری ہے جب تک آدمی صاحب نصاب رہے۔زکوٰۃ کے مسائل کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا سخت وبال وعذاب

يَّومَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ--- (توبہ۔35)

Punishment for not paying Zak'at!

The Day ˹will come˺ when their treasure will be heated up in the Fire of Hell… (9:35)

حرمت والے مہینے

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ۔ (توبہ۔36)

مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے، اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے اس میں سے چار حرمت وادب کے ہیں۔

Indeed, the number of months ordained by Allah is twelve—in Allah’s Record since the day He created the heavens and the earth—of which four are sacred. (9:36)

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ: فی کتاب اللہ سے مراد لوح محفوظ یعنی تقدیر الٰہی ہے۔ یعنی ابتداء آفرینش سے ہی اللہ تعالیٰ نے بارہ مہینے مقرر فرمائے ہیں، جن میں چار حرمت والے ہیں جن میں قتال و جدال کی بالخصوص ممانعت ہے۔

حدیث: اسی بات کو نبی کریم ﷺ نے ایسے بیان فرمایا: اَلا اِنَّ الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق اللہ السموٰات والارض۔۔۔ زمانہ گھوم گھما کر پھر اسی حالت پر آ گیا ہے جس حالت پر اس وقت تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی۔ سال بارہ مہینوں کا ہے، جن میں چار حرمت والے ہیں، تین پے درپے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔ (صحیح بخاری)

مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ: ”ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں“ اور یہ ہیں رجب، ذیقعد، ذوالحج اور محرم۔۔۔ اور ان کے احترام کی وجہ سے ان کو حرام مہینوں سے موسوم کیا گیا ہے۔ نیز ان کو اس وجہ سے بھی حرام مہینے کہا گیا ہے کہ ان میں قتال کرنا حرام ٹھہرایا گیا ہے۔

فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ: ”پس ان میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو“ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ ضمیر بارہ مہینوں کی طرف لوٹتی ہے اور یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے واضح فرمایا کہ اس نے ان مہینوں کو بندوں کے لئے وقت کی مقدار کے تعین کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ پس ان مہینوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے معمور رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان پر اس کا شکر ادا کیا جائے، نیز یہ کہ اس نے ان مہینوں کو اپنے بندوں (کے مصالح) کے لئے مقرر فرمایا۔ پس اپنے آپ پر ظلم کرنے سے بچو۔ اس میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ ضمیر صرف چار حرام مہینوں کی طرف لوٹتی ہو یعنی ان کے لئے ممانعت ہے کہ وہ خاص طور پر ان چار مہینوں میں ظلم نہ کریں۔ حالانکہ ظلم کی ممانعت تو تمام اوقات کیلئے ہے، لیکن چونکہ ان چار مہینوں کی حرمت زیادہ ہے اور ان مہینوں میں دوسرے مہینوں کی نسبت ظلم کے گناہ کی شدت بھی زیادہ ہے، اس لئے ان مہینوں میں ظلم کرنے سے بطور خاص منع کیا گیا۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ان مہینوں میں قتال کی تحریم منسوخ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی عمومیت پر عمل کرتے ہیں: وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً۔ ”اور تم مشرکین سے اسی طرح لڑو جیسے وہ تم سے

لڑتے ہیں۔"یعنی لڑائی کو مخصوص نہ کرو خاص وقت کے ساتھ بلکہ جب بھی تم پر لڑائی مسلط کی جائے تو دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرو۔ یہ نہ سوچو کہ یہ حرمت والا مہینہ ہے اور اس میں لڑائی منع ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ: "اور جان لو کہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔"یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مدد، نصرت اور تائید کے ذریعے سے تقویٰ شعار لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ پس اگر تم نصرت الٰہی کے خواہشمند ہو تو اپنے ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کے حریص بنو۔

احکامات دین میں ردوبدل انتہائی مذموم سوچ ہے

اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِى الْكُفْرِ--- (توبہ37)

حرمت والے مہینوں میں کمی بیشی کرنا یعنی اپنی طرف سے ردوبدل کرنا کفر کے قریب زیادتی ہے۔

The postponing (of a Sacred Month) is indeed an addition to disbelief... (9:37)

The pagan Arabs used to make changes in the sacred month in two ways. Whenever it suited them, they would declare a prohibited month to be an ordinary month in which fighting, robbery and murder in retaliation were lawful for them. This was one way of changing the sacred months. The other way was to change the Hajj dates so that the Hajj should always fall in the same season to avoid doing Hajj in unfavourable conditions e.g. harsh weather. In this way Hajj was observed for 36 years on dates other than the actual dates. When the Prophet (peace be upon him) performed Hajja-tul-Widaa (his last Hajj). these dates by rotation coincided with the actual dates of Hajj according to the lunar calendar. So, since then the Hajj is being performed on correct dates.

اس آیت سے ایک عمومی حکم یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ احکامات دین میں اپنی مرضی سے ردوبدل انتہائی مذموم سوچ ہے اس سے ہر صورت بچنا چاہئے۔ جیسے قریش مکہ اپنی مرضی سے حرمت والے مہینوں میں ردوبدل کرتے تھے۔

بارہواں رکوع: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ۔۔۔ (توبہ۔38)

رکوع کے تفسیری موضوعات

غزوہ تبوک کا پس منظر، غزوہ تبوک کیلئے نفیر عام کا حکم(انفرو خفافا و ثقالا۔۔)، اللہ کے راستے میں نکلنے کا حکم، غزوہ تبوک کیلئے مالی اپیل، صحابہ کرام کا جوش انفاق، غزوہ موتہ، حضور اکرمؐ کی قیادت میں تبوک کی مہم، دنیا کی حقیقت(فما متاع الحیوٰۃ الدنیا فی الاخرۃ الّا قلیل)، غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے(لاتحزن انّ اللہ معنا)، سکون قلب اللہ کی خاص رحمت۔

غزوہ تبوک کا پس منظر!

اس رکوع میں نبی کریم ﷺ کی زندگی کا اہم اور آخری غزوہ یعنی غزوہ تبوک کا بیان ہے۔

تبوک، مدینہ کے شمال میں شام کی سرحد پر واقع ہے جو دور نبویؐ میں رومی سلطنت کا ایک صوبہ تھا۔ نبی کریمؐ 8 ہجری میں جب فتح مکہ اور غزوہ حنین سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ پہنچے تو خبر ملی کہ شاہ روم ہرقل نے اپنی فوجیں مقام تبوک میں شام کی سرحد پر جمع کر دی ہیں اور مدینہ پر حملہ کی تیاری مکمل کر چکا ہے۔ آپؐ نے ارادہ فرمالیا کہ رومیوں کے حملہ آور ہونے سے پہلے پیش قدمی کر کے وہیں مقابلہ کیا جائے جہاں ان کی فوجیں جمع ہیں۔ یہ زمانہ اتفاق سے سخت گرمی کا زمانہ تھا، اور مدینہ میں اکثریت زراعت پیشہ لوگ تھے، ان کی کھیتیاں اور باغات کے پھل پک چکے تھے جس پر ان کے سارے سال کی معیشت کا دارومدار تھا۔ یہ ایک انتہائی صبر آزما امتحان تھا۔ ان حالات میں نبی کریمؐ نے غزوہ تبوک کیلئے نکلنے کا حکم دیا۔ نتیجہ کے طور پر لوگوں کی اکثریت بلاتردد اس مہم کیلئے تیار ہوگئے۔ دوسرے وہ لوگ تھے جو کچھ تامل کے بعد ساتھ شامل ہوگئے۔ تیسری قسم ان لوگوں کی تھی جو شرعی عذر کی بنیاد پر شامل نہ ہوسکے۔ ان کی معذرت قبول فرمالی گئی۔ چوتھی قسم ان لوگوں کی تھی جو باوجود کوئی عذر نہ ہونے کے محض بوجہ سستی شریک نہیں ہوئے۔ ان کی توبہ بھی بالآخر قبول فرمالی گئی۔ پانچواں طبقہ منافقین کا تھا جو اپنے نفاق کی وجہ سے اس سخت امتحان میں اپنے نفاق کو چھپا نہ سکے اور اس مہم میں شریک نہیں ہوا۔ اس طبقہ کا ذکر بہت سی آیات میں آیا ہے۔ چھٹا طبقہ ان منافقین کا تھا جو محض جاسوسی اور شرارت کے لئے مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ شامل ہوگئے تھے۔ ان سب طبقات کا ذکر سورۃ توبہ میں ملتا ہے۔

اس جہاد میں نکلنے والے اسلامی لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی، جو اس سے پہلے کسی جہاد میں نظر نہیں آئی۔ نتیجہ اس جہاد کا یہ ہوا کہ جب ہرقل شاہ روم کو مسلمانوں کی اتنے بڑے لشکر کے مقابلہ پر آنے کی خبر پہنچی تو اس پر رعب طاری ہو گیا، مقابلہ پر نہیں آیا۔ نبی کریمؐ اپنے مخلص صحابہ کرام کے لشکر کے ساتھ چند روز محاذ جنگ پر قیام کر کے واپس تشریف لے آئے۔

اللہ کے راستے میں نکلنے کا حکم!

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ۔ (توبہ۔38)

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے اللہ کے راستے میں نکلنے کے لیے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا؟ ایسا ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ دنیوی زندگی کا یہ سب سروسامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا۔

O you who have believed! What is the matter with you that when you are asked to go forth in the cause of Allah, you cling firmly to the land? Do you prefer the life of this world over the Hereafter? The enjoyment of this worldly life is insignificant compared to that of the Hereafter. (9:38)

The Prophet (PBUH) received the news that the Romans are preparing to launch an attack on Medina. So, he announced that he was going to march to Tabûk, located over 700 miles to the north, to meet the Romans. It was a time of hardship because of the scorching heat, the long distance, and the financial situation of the companions. Although the Prophet was able to mobilize over 30000 companions to participate in Tabuk expedition, many others did not join with or without valid excuses. Eventually, the Roman forces fled to Damascus without making any encounter with the Muslims. Therefore, the Prophet returned to Medina with a feeling of triumph. With a new power now emerging in Arabia, many tribes started

to switch their alliances from Caesar of Rome to the Prophet of Medina (Peace be upon him).

شانِ نزول: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَالَکُمْ۔۔سے لے کر اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ تک پورے دور کو ع غزوہ تبوک اور اس میں شریک نہ ہونے والے منافقین کے بارے میں نازل ہوئے ہیں۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ۔۔۔: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے اللہ کے راستے میں نکلنے کے لیے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟ مَا لَکُمْ یہ کلمہ ملامت ہے، یعنی آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کیوں تم اللہ کے راستے میں نکلنے سے کتراتے ہو۔

غزوہ تبوک کیلئے مالی اپیل: غزوہ تبوک کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے ایک تاریخی مالی اپیل کی تھی۔ جس کے نتیجے میں سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال آپ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا جس کی مقدار چار ہزار درہم تھی۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ اہل و عیال کے لئے کچھ چھوڑا ہے؟ تو کہا صرف اللہ اور اس کے رسول کو۔ حضرت فاروق اعظم نے نصف مال پیش کیا۔ عبد الرحمن بن عوف نے دو سو اوقیہ چاندی پیش کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ مع سازوسامان کے اور ایک ہزار دینار لا کر بارگاہ نبوی میں پیش کئے آپ بہت خوش ہوئے اور بار بار ان کو پلٹتے اور یہ فرماتے جاتے کہ اس عمل صالح کے بعد عثمان کو کوئی عمل ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو۔ غریب صحابہ کرام نے محنت و مزدوری کر کے جو کچھ کمایا تھا لا کر حاضر کر دیا۔ عورتوں نے اپنے زیور اتار اتار کر دے دیئے غرضیکہ فدائیان حق نے انتہائی جوش و خروش کے ساتھ جنگ کی تیاری کی۔ جن کو سواری نہ مل سکی وہ روتے رہ گئے۔ یہ موقع عملاً ایمان و نفاق کے امتیاز کی کسوٹی بن گیا تھا حتیٰ کہ اس وقت پیچھے رہ جانے کے معنی یہ تھے کہ اسلام کے ساتھ تعلق کی صداقت ہی مشتبہ ہو جائے۔ چنانچہ تبوک کی طرف جاتے ہوئے دوران سفر جو شخص پیچھے رہ جاتا تھا صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع دے دیتے تھے، اور جواب میں آپؐ برجستہ فرماتے تھے: دعوۃ فان یک فیہ خیر فسیلحقہ اللہ بکم وان یک غیر ذلک فقد اراحکم اللہ منہ۔ اسے جانے دو اگر اس میں کچھ بھلائی ہے تو اللہ اسے پھر تمہارے ساتھ ملا دے گا، اور اگر کچھ دوسری بات ہے تو شکر کرو کہ اللہ نے اس کی جھوٹی رفاقت سے تمہیں نجات بخشی۔

غزوہ تبوک کا مکمل پس منظر

غزوہ موتہ

حضور اکرمؐ کی قیادت میں تبوک کی مہم

دنیا کی حقیقت

فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ۔ (توبہ-38)

دنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے۔

Reality of this World

The enjoyment of this worldly life is insignificant compared to that of the Hereafter. (9:38)

The Messenger of Allah said: The life of this world, compared to the Hereafter, is just like when one of you dips his finger in the sea, let him contemplate how much of it his finger would carry.

غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہیں

اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ (توبہ-40)

تم نے اگر نبیؐ کی مدد نہ کی تو کچھ پروا نہیں، اللہ اُس کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب منکرین حق نے اسے نکال دیا تھا۔ (اس وقت) دو (ہی) ایسے شخص تھے جن میں (ایک ابو بکرؓ تھے) اور دوسرے (خود رسول اللہ ﷺ) جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

⌜It does not matter⌝ if you do not support him, for Allah did in fact support him when the disbelievers drove him out ⌜of Makkah⌝ and he was only one of two. While they both were in the cave, he reassured his companion, “Do not worry; Allah is certainly with us.” (9:40)

The companion in this verse referred to Abu Bakr Aṣ-Ṣiddîq (May Allah be pleased with him), Islam's first Caliph. He accompanied the Prophet during his migration from Makkah to Medina after years of persecution in Makkah.

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ: جب بعض لوگوں نے تبوک کی مہم کیلئے نکلنے سے جان چرائی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسولؐ کو تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے اگر تم مدد نہ کروگے تو کچھ پرواہ نہیں اللہ اپنے رسول کی اس سے پہلے مختلف موقعوں پر مدد کر چکا ہے۔اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے اذھما فی الغار کہہ کر واقعہ ہجرت کی طرف اشارہ فرمایا یعنی تبوک کا سفر اگر مشکل لگتا ہے تو ہجرت کے سفر کو یاد کرو جو اس سے مشکل تر تھا جب اللہ نے مدد فرمائی تھی۔

اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا: یہ اشارہ واقعہ ہجرت کی طرف ہے قریش مکہ آپؐ کے قتل پر تل گئے تھے اور آپؐ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اپنے بستر پر سلا کر راتوں رات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ دونوں حضرات غار ثور میں موجود تھے کہ دشمن نقش قدم کے نشانات کی مدد سے غار ثور کے دہانے تک پہنچ گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ سے کہا کہ اگر ان لوگوں نے (جو ہمارے تعاقب میں ہیں) ہمارے قدموں پر نظر ڈالی تو یقیناً ہمیں دیکھ لیں گے۔۔ آپؐ نے حضرت ابو بکر صدیق کو تسلی دی کہ گھبرانے کی کیا بات ہے۔ ہم دو تنہا نہیں ہیں ہمارے ساتھ تو اللہ کی تائید و نصرت موجود ہے۔ حضور اکرمؐ کے الفاظ یہ تھے: یا ابابکر! ما ظنک باثنین اللہ ثالثھما۔ اے ابو بکر! تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہو جس کی مدد اور اس کی نصرت جن کو شامل حال ہے۔ (بخاری)

غار ثور مکہ کے مضافات میں مدینہ کے عام راستہ سے ہٹ کر چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے، سفر ہجرت میں آپؐ نے حضرت ابو بکر کی معیت میں اس غار میں تین روز قیام فرمایا تھا، اس غار کا دہانہ اتنا تنگ ہے کہ لیٹ کر بمشکل انسان اس میں داخل ہو سکتا ہے، بعض علماء نے اس آیت سے حضرت ابو بکر صدیق کے خلیفہ اول ہونے کا بھی اشارہ سمجھا ہے۔ (قرطبی)۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص ابو بکر صدیق کی صحابیت کا انکار کرتا ہے وہ نص قرآنی کا انکار کرتا ہے۔ (مدارک)

سکون قلب: اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَ يَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (توبہ۔40)

اُس وقت اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکون قلب نازل کیا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کافروں کا بول نیچا کر دیا اور اللہ کا کلمہ تو اونچا ہی ہے، اللہ زبردست اور دانا و بینا ہے۔

Serenity is a blessing!

So, Allah sent down His serenity upon the Prophet, supported him with forces you ˹believers˺ did not see, and made the word of the disbelievers lowest, while the Word of Allah is supreme. And Allah is Almighty, All-Wise. (9:40)

اس آیت کریمہ سے سکینت اور سکون قلب کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ مصیبت اور خوف کے اوقات میں جب دل پریشان ہو جاتے ہیں، تو سکینت اور سکون قلب اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ نعمت بندہ مومن کو اس کی اپنے رب کی معرفت، اپنے رب کے سچے وعدے پر اعتماد، اپنے ایمان اور اپنی شجاعت کے مطابق عطا ہوتی ہے۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حزن کبھی کبھار اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں اور صدیقین کو بھی لاحق ہو جاتا ہے۔ بایں ہمہ جب بندہ مومن پر یہ کیفیت طاری ہو تو بہتر یہ ہے کہ وہ اس کیفیت کو دور کرنے کی کوشش کرے، کیونکہ حزن و ملال بندے کے دل کو کمزور اور اس کے عزم و استقلال کو متزلزل کر سکتا ہے۔

وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا: عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ كَلِمَةُ اللّٰهِ سے کلمہ طیبہ یا کلمہ توحید مراد ہے۔ جس طرح ایک حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص بہادری کے جوہر دکھانے کے لئے لڑتا ہے، ایک قبائلی عصبیت و حمیت کیلئے لڑتا ہے، ایک اور ریاکاری کے لئے لڑتا ہے۔ ان میں سے اللہ کے راستے میں لڑنے والا کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا'جو اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے، وہ فی سبیل اللہ ہے۔

تبوک کی مہم: ہر مسلمان کو اللہ کے راستے میں نکلنا چاہئے

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (توبہ۔41)

تم ہلکے ہو یا بوجھل نکلو اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں لڑو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو۔

Tabuk Expedition: No excuse for anyone!

˹O believers!˺ March forth whether it is easy or difficult for you, and strive hard with your wealth and your lives in the cause of Allah. That is better for you, if only you knew. (9:41)

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت سورۃ براءت کی پہلی نازل ہونے والی آیت ہے۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو راہ خدا میں نکلنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا کے مختلف مفہوم بیان کئے گئے ہیں مثلًا انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر خوشی سے یا ناخوشی سے غریب ہو یا امیر جوان ہو یا بوڑھے پیادہ ہو یا سوار عیال دار ہو یا اہل وعیال کے بغیر۔وہ پیش قدمی کرنے والوں میں سے ہو یا پیچھے لشکر میں شامل۔امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ آیت کا اطلاق ان تمام معانی پر ہو سکتا ہے،اس لئے کہ آیت کے مفہوم میں مذکورہ تمام مفاہیم آجاتے ہیں۔

بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ:اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت جہاں جان کے ساتھ جہاد فرض ہے، اسی طرح مال کے ساتھ بھی جہاد فرض ہے۔

تیرھواں رکوع: عَفَا اللّٰهُ عَنْكَۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ۔۔۔ (توبہ۔43)

رکوع کے تفسیری موضوعات

سچےّعذر اور جھوٹے عذر میں فرق ضروری ہے(حتیٰ یتبین لک الذین صدقو و تعلم الکاذبین)،سچے اہل ایمان اللہ کے راستے میں نکلنے کیلئے بہانے نہیں بناتے،منافقین کی بداعمالیوں کا تذکرہ،جھوٹے عذر:کمزور ایمان کی علامت، منافقین کی فتنہ انگیزیاں(وفیکم سمّٰعون لھم)،منافقین کی عداوت،اللہ پر توکل:سچّے مومنین کا ہتھیار(لن یصیبنا الّا ما کتب اللہ لنا)،اللہ کے ہاں قبولیت اخلاص کی بنیاد پر ہوتی ہے،اعمال کی قبولیت میں رکاوٹ،نفاق کی دو علامات (ولا یاتون الصّلوٰۃ الّا وھم کسالیٰ ولا ینفقون الّا وھم کارھون)،کثرت مال واسباب کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ بھی راضی ہے(فلا تعجبک اموالھم ولا اولادھم۔۔)،منافقین کبھی آپ کے خیر خواہ نہیں ہوسکتے،مفاد پرستی

اور خود غرضی منافقین کا شیوہ، کاش مال و دولت کے حریص اللہ کے دیئے پر راضی ہو جاتے(ولو انّھم رضو ما آتاھم اللہ۔۔)۔

سچّے عذر اور جھوٹے عذر میں فرق ضروری ہے

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ۔ (توبہ۔43)

اللہ نے تمہیں معاف کر دیا تم نے انہیں کیوں رخصت دی۔(آپؐ کو چاہیے تھا کہ خود رخصت نہ دیتے) تاکہ آپؐ پر وہ لوگ ظاہر ہو جاتے جو سچے ہیں اور وہ بھی آپؐ کو معلوم ہو جاتے جو جھوٹے ہیں۔

Distinguish between true and false apologies!

⸢O Prophet⸣! May Allah forgive you, Why did you give them leave ⸢to stay behind⸣ before those who told the truth were distinguished from those who were lying? (9:43)

Allah did not approve of the exemption which the Prophet (peace be upon him) had granted to the hypocrites who had put forward lame excuses. Though he knew it well that they were inventing false excuses, he gave them leave to stay behind because of his kind nature. But Allah pointed out that such a leniency was not well placed as he gave them an opportunity of hiding their hypocrisy. Had they remained behind without getting an exemption, the false profession of their faith would have been exposed.

تبوک کی مہم کے وقت بعض منافقین نے بناوٹی عذر پیش کر کے نبی اکرم ﷺ سے تبوک کے سفر پر جانے سے رخصت چاہی تھی، اور آپؐ نے اپنے اجتہاد اور طبعی حلم کی بنا پر یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ محض بہانہ بنا رہے ہیں رخصت عطا فرمادی تھی۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے پسند نہیں فرمایا، اور آپؐ کو انتہائی پیارے انداز میں تنبیہ فرمائی کہ ایسی نرمی مناسب نہیں ہے، اس رخصت کی وجہ سے ان منافقوں کو اپنے نفاق پر پردہ ڈالنے کا موقع مل گیا، اگر ان کو رخصت نہ دی جاتی اور پھر یہ گھر بیٹھے رہتے تو ان کا جھوٹا دعوٰی ایمان بے نقاب ہو جاتا۔ مگر ناپسندیدگی کا یہ اظہار بھی محبت بھرا ہے کہ خفگی سے پہلے معافی کا ذکر فرمادیا۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ: "اللہ نے آپ سے درگزر فرمادیا" اور آپ سے جو کچھ صادر ہوا اسے بخش دیا۔ لِمَ اَذِنْتَ

لَهُمْ" آپؐ نے (انہیں پیچھے رہ جانے کی) اجازت کیوں دی۔"حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ۔" حتیٰ کہ آپؐ پر وہ لوگ ظاہر ہو جاتے جو سچے ہیں اور وہ بھی آپؐ کو معلوم ہو جاتے جو جھوٹے ہیں۔"یعنی ان کو آزمانے کے بعد معلوم ہوتا کہ سچا کون اور جھوٹا کون ہے، تب آپؐ اس شخص کا عذر قبول فرماتے جو اس کا مستحق ہے اور اس شخص کا عذر قبول نہ فرماتے جو اس کا مستحق نہیں۔

منافقین مدینہ کی تاریخ: منافقین مدینہ نے ہمیشہ نازک موقع پر دھوکا دیا ہے۔ غزوہ احد کے موقع پر رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی تین سو لوگوں کو میدان سے واپس لے آیا تھا۔ اسی عبد اللہ بن ابی نے غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر اپنے قبیلے کے انصار کو بہکایا تھا اور کہا تھا کہ واپس مدینہ جانے کے بعد مہاجروں کو مدینہ سے نکال دیں گے۔

سچّے اہل ایمان اللہ کی راہ میں نکلنے کیلئے بہانے نہیں بناتے

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ۔ (توبہ۔44)

جو لوگ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو تم سے رخصت نہیں مانگتے (کہ پیچھے رہ جائیں بلکہ چاہتے ہیں کہ) اپنے مال اور جان سے جہاد کریں۔ اور اللہ تعالیٰ متقین کو جانتا ہے۔

True believers don't make excuses!

Those who believe in Allah and the Last Day do not ask for exemption from striving with their wealth and their lives. And Allah has perfect knowledge of those who are mindful ⌜of Him⌝. (9:44)

یہ مخلص اہل ایمان کا کردار بیان کیا گیا ہے کہ وہ نہایت ذوق شوق کے ساتھ اللہ کے راستے میں نکلتے ہیں اور اللہ کے دین کیلئے جدوجہد کرتے ہیں اور منافقین کی طرح جھوٹے عذر نہیں تراشتے۔

منافقین کی بداعمالیوں کا تذکرہ

منافقین کے بہانے

جھوٹے عذر: کمزور ایمان کی علامت

اِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِىْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ۔(توبہ۔45)

تم سے رخصت وہی مانگتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں سو وہ اپنے شک میں بھٹک رہے ہیں۔

No one would ask for exemption except those who have no faith in Allah or the Last Day, and whose hearts are in doubt, so they are torn by their doubts. (9:45)

یہ ان منافقین کا بیان ہے جنہوں کر رسول اللہ ﷺ سے تبوک کی مہم میں جانے سے رخصت طلب کر لی تھی۔

بعض منافقین نے بناوٹی عذرات اور جھوٹے بہانے پیش کر کے نبی کریمؐ سے تبوک کی مہم میں جانے سے رخصت مانگی تھی، اور آپؐ نے بھی اپنے طبعی حلم کی بنا پر یہ جاننے کے باوجود کہ وہ محض بہانے کر رہے ہیں ان کو رخصت عطا فرمادی تھی۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے پسند نہیں فرمایا اور آپ کو بتایا گیا کی کہ اتنی نرمی مناسب نہیں ہے۔ رخصت دے دینے کی وجہ سے ان منافقوں کو اپنے نفاق پر پردہ ڈالنے کا موقع مل گیا۔ اگر انہیں رخصت نہ دی جاتی اور پھر یہ گھر بیٹھے رہتے تو ان کا جھوٹا دعوٰی ایمان بے نقاب ہو جاتا۔

اس آیت میں ان منافقین کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ اللہ پر اور یوم آخرت پر حقیقی ایمان نہیں رکھتے جس کی وجہ سے انہوں نے اللہ کے راستے میں نکلنے گریز کیا۔ اگر ایمان ان کے دلوں میں راسخ ہو تا تو یہ کبھی ایسا نہ کرتے۔ ان کے اندر ایمان کامل اور یقین صادق نہیں ہے اسی لئے بھلائی میں ان کی رغبت بہت کم ہے۔ وہ بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ۔ اور وہ اپنے شک میں متردد رہتے ہیں۔

منافقین کی صورت میں تمہارے اندر جاسوس موجود ہیں

وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ۔(توبہ۔47)

اور تم میں (دشمنان اسلام کے) جاسوس موجود ہیں۔

And some of you who are prone to lend ears to them. (9:47)

تبوک کی مہم میں منافقین غلط رائے اور مشورے دے کر مسلمانوں میں انتشار کا باعث بنتے۔اسی طرح سے چغل خوری وغیرہ کے ذریعے سے مسلمانوں میں فتنہ برپا کرنے اور عداوت و نفرت پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔

منافقین کی فتنہ انگیزیاں

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ۔(توبہ۔48)

اس سے پہلے بھی اِن لوگوں نے فتنہ انگیزی کی کوششیں کی ہیں اور تمہیں ناکام کرنے کے لیے ہر طرح کی تدبیروں کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ کا حکم غالب آ گیا۔اور وہ ناخوش ہی رہے۔

They had already sought to spread discord before and devised every ⌜possible⌝ plot against you ⌜O Prophet⌝, until the truth came and Allah’s Will prevailed, much to their dismay. (9:48)

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ: یعنی یہ منافقین تو، جب سے آپ مدینہ میں آئے ہیں، آپ کے خلاف فتنے تلاش کرنے اور معاملات کو بگاڑنے میں سرگرم رہے ہیں۔ حتیٰ کے غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو فتح و غلبہ عطا فرمادیا، جو ان کے لئے بہت ہی ناگوار تھا، اسی طرح جنگ احد کے موقعے پر بھی ان منافقین نے راستے سے ہی واپس ہو کر مشکلات پیدا کرنے کی اور اس کے بعد بھی ہر موقعے پر بناؤ کے بجائے بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا اور اکثر عرب مسلمان ہو گئے جس پر یہ منافقین کف حسرت و افسوس مل رہے ہیں۔

حسن پرستی کا فتنہ

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِى الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ۔ (توبہ۔49)

اور ان میں کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے تو اجازت ہی دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے۔دیکھو یہ فتنہ میں چکے ہیں اور دوزخ سب کافروں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

There are some of them who say, “Exempt me and do not expose me to temptation.” They have already fallen into

temptation. And Hell will surely engulf the disbelievers. (9:49)

شان نزول: وَمِنْهُم مَّنْ يَقُولُ ائْذَن لِّي وَلَا تَفْتِنِّي: طبرانی اور ابن ابی حاتم میں اس آیت کا جو شان نزول بیان کیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ منافقین مدینہ میں ایک شخص قبیلہ بنی سلمہ کا سردار تھا جس کا نام جدبن قیس تھا اور اس کی کنیت ابو وہب تھی، تبوک کی لڑائی پر جانے اور نصرانیوں سے لڑنے کا جب حضور اکرمؐ نے ذکر فرمایا تو اس نے کہا کہ میں ایک حسن پرست آدمی ہوں میری قوم کے لوگ میری اس کمزوری سے واقف ہیں کہ عورت کے معاملہ میں مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا میں بے قابو ہو جاتا ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں رومی عورتوں کو دیکھ کر میرا قدم پھسل نہ جائے۔ لہٰذا آپؐ مجھے فتنے میں نہ ڈالیں، اور تبوک کی مہم میں شرکت سے مجھے معاف رکھیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی، اور فرمادیا کہ بڑا فتنہ نفاق کا ہے جس میں یہ پہلے سے پڑے ہوئے ہیں۔ اسی فتنہ کے سبب یہ ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ منافقین ایسے مکروفریب سے دنیا میں کچھ فائدہ اٹھالیں لیکن آخرکار ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

منافقین کی عداوت

إِن تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۖ وَإِن تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِن قَبْلُ وَيَتَوَلَّوا وَّهُمْ فَرِحُونَ۔ (توبہ۔50)

اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو اپنا معاملہ پہلے ہی درست کر لیا تھا اور خوشیاں مناتے لوٹ جاتے ہیں۔

Enmity of the hypocrites!

If a blessing is given to you ˹O Prophet˺, they grieve, but if a calamity overtakes you, they say, "We took our precaution in advance," and turn away, rejoicing. (9:50)

شان نزول: تفسیر ابن ابی حاتم میں جابر بن عبد اللہ کی روایت سے ان آیات کا جو شان نزول بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ منافقین عبد اللہ بن ابی وغیرہ لڑائی کے وقت بناوٹی عذر کر کے جس لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے اگر اس لڑائی میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوتی اور مال غنیمت ہاتھ آتا تو ان منافقین کی اندرونی خباثت ظاہر ہو جاتی تھی۔ مسلمانوں کی فتح و نصرت سے، ان کی بھلائی اور ترقی سے ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی۔ اور اگر خدانخواستہ معاملہ اس کے برعکس ہو جاتا تو خوشی کے مارے بغلیں بجانے لگتے تھے۔ کیونکہ ان کے دلوں میں مسلمانوں کی عداوت تھی اس لئے مسلمانوں کی فتح و

کامرانی ان کو اچھی نہیں لگتی تھی دوسرے ان کو یہ افسوس ہوتا تھا کہ ہم کیوں نہ شریک ہوئے! ہمارے ہاتھ بھی مال لگتا، اور اگر کسی لڑائی میں مسلمانوں کو ضرر پہنچتا تو یہ منافق اپنی خود ساختہ دور اندیشی اور دانشمندی پر نازاں ہو کر کہتے کہ ہم تو ضرر سے بچنے کے لئے پہلے ہی سے عذر کر کے شریک نہیں ہوئے ورنہ ہم بھی اس مصیبت میں مبتلا ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اس رویے کے جواب میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

سیاق کلام کے اعتبار سے حَسَنَۃٌ سے یہاں کامیابی اور غنیمت اور سَیِّئَۃ سے ناکامی، شکست اور اسی قسم کے نقصانات جو جنگ میں ہوتے ہیں مراد ہیں۔ اس میں ان کے خبث باطن کا اظہار ہے جو منافقین کے دلوں میں تھا اس لئے کہ کسی کی مصیبت پر خوش ہونا اور بھلائی حاصل ہونے پر رنج، حسد اور تکلیف محسوس کرنا انتہائی بد اخلاقی اور غایت عداوت کی دلیل ہے۔

اللہ پر توکل: سچّے مومنین کا ہتھیار

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (توبہ۔51)

آپ فرمادیجئے کہ ہمیں ہر گز کوئی (برائی یا بھلائی) نہیں پہنچتی مگر وہ جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔ اللہ ہی ہمارا مولیٰ ہے، اور اہل ایمان کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

Say, “Nothing will ever befall us except what Allah has destined for us. He is our Protector.” So, in Allah let the believers put their trust. (9:51)

یہ منافقین کے جواب میں مسلمانوں کے صبر و ثبات اور حوصلے کے لئے فرمایا جارہا ہے کیونکہ جب انسان کو یہ معلوم ہو کہ اللہ کی طرف سے مقدر ہر صورت میں ملنا ہے اور جو بھی مصیبت یا بھلائی ہمیں پہنچتی ہے وہ اسی تقدیر الٰہی کا حصہ ہے، تو انسان کے لئے مصیبت کا برداشت کرنا آسان اور اس کے حوصلے میں اضافے کا سبب بن جاتا ہے۔

مذکورہ آیت میں دنیادار اور دین دار کا فرق واضح کیا گیا ہے۔ دنیادار جو کچھ کرتا ہے اپنے نفس کی رضا کے لیے کرتا ہے اور اس کے نفس کی خوشی بعض دنیوی مقاصد کے حصول پر منحصر ہوتی ہے۔ یہ مقاصد اسے حاصل ہو جائیں تو وہ پھول جاتا ہے اور حاصل نہ ہوں تو اس پر مردنی چھا جاتی ہے۔ پھر اس کا سہارا تمام تر مادی اسباب پر ہوتا ہے۔ وہ ساز گار ہوں تو اس کا دل بڑھنے لگتا ہے اور ناساز گار ہوتے نظر آئیں تو اس کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ بخلاف اس کے دیندار انسان جو کچھ کرتا ہے اللہ کی رضا

کے لیے کرتا ہے اور اس کام میں اس کا توکل، بھروسہ اپنی قوت یا مادی اسباب پر نہیں بلکہ اللہ کی ذات پر ہوتا ہے۔راہ حق میں جو بھی مشکلات آئیں یا کامیابی نصیب ہو دونوں صورتوں میں وہ یہی سمجھتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی مرضی اور منشاء کے مطابق ہورہاہے۔ مصائب اس کا دل نہیں توڑ سکتے اور کامیابیاں اس کو تکبّر میں مبتلا نہیں کر سکتیں۔وہ ہر حال میں یہی دعا کرتا ہے جو اس آیت میں سکھلائی گئی ہے: لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ کہ ہمیں ہرگز کوئی (برائی یا بھلائی) نہیں پہنچتی مگر وہ جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔اللہ ہی ہمارا مولیٰ ہے، اور اہل ایمان کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

اللہ کے ہاں قبولیت اخلاص کی بنیاد پر ہوتی ہے

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭاِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ۔ (توبہ۔53)

کہہ دو تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، بے شک تم نافرمان لوگ ہو۔

Intention matters!

Say, ˹O, Prophet˺ “˹Whether you˺ donate willingly or unwillingly, it will never be accepted from you, for you are disobedient people.” (9:53)

This Verse is a sharp retort to those hypocrites who desired exemption from Tabuk Expedition but, at the same time, wanted to make some monetary contributions in order to avoid the exposure of their hypocrisy, They wanted to avoid physical service but were ready to make monetary contributions. Due to their hypocritic behaviour Allah replied: “Whatever you may contribute, it shall not be accepted.”

اعمال کی قبولیت میں رکاوٹ

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلَاةَ اِلَّا
وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كَارِهُوْنَ۔ (توبہ۔54)

اور ان کے خرچ کے قبول ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا اور وہ نماز میں سستی کرتے ہیں اور بے دلی سے (اللہ کے راستے میں) خرچ کرتے ہیں۔

Bad intentions of hypocrites!

And what prevented their donations from being accepted is that they have lost faith in Allah and His Messenger, they never come to prayer except half-heartedly, and they never donate except resentfully. (9:54)

نفاق کی دو علامتیں

وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلَاةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كَارِهُوْنَ۔ (توبہ۔54)

اور وہ نماز میں سستی کرتے ہیں اور بے دلی سے (اللہ کے راستے میں) خرچ کرتے ہیں۔

Two signs of hypocrisy!

They come to prayer half-heartedly, and they donate reluctantly. (9:54)

We as Muslims are reminded here that negligence in Prayers and unwillingness to spend in the way of Allah e.g. Zakat, Sadaqa, are signs of *nifaq* (hypocrisy). We should make conscious effort to stay safe from these signs.

کثرت مال واسباب کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ بھی راضی ہے

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۚ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ
اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُوْنَ۔ (توبہ۔55)

سو تو ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کر، اللہ یہی چاہتا ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیا کی زندگی میں انہیں عذاب دے اور کفر کی حالت میں ان کی جانیں نکلیں۔

So let neither their wealth nor children impress you ˹O Prophet˺. Allah only intends to torment them through these things in this worldly life, then their souls will depart while they are disbelievers. (9:55)

منافقین کبھی آپ کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّـهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّـهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ۔ (توبہ۔56)

اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ بے شک تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں لیکن وہ (اپنے نفاق کے ظاہر ہونے سے) ڈرتے ہیں۔

They swear by Allah that they are part of you, but they are not. They only say so out of fear. (9:56)

مفاد پرستی اور خود غرضی منافقین کا شیوہ ہے

وَمِنْـهُـمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِى الصَّدَقَاتِۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْـهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْـهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ۔(توبہ۔58)

اور بعضے ان میں سے وہ ہیں جو خیرات میں تجھے طعن دیتے ہیں، سو اگر انہیں اس میں سے مل جائے تو راضی ہوتے ہیں اور اگر نہ ملے تو فوراً ناراض ہو جاتے ہیں۔

Selfish behaviour!

There are some of them who are critical of your distribution of alms ˹O Prophet˺. If they are given some of it, they are pleased, but if not, they are enraged. (9:58)

کاش مال و دولت کے حریص اللہ کے دیئے پر راضی ہو جاتے!

وَلَوْ اَنَّـهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُـهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰـهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِـهٖ وَرَسُوْلُـهٗٓ ۙ اِنَّـآ اِلَى اللّٰهِ رَاغِبُوْنَ۔ (توبہ۔59)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہو جاتے جو انہیں اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے، اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے وہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول بھی، ہم اللہ ہی کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

If only they had been content with what Allah and His Messenger had given them and said, “Allah is sufficient for us! Allah will grant us out of His bounty, and so will His Messenger. To Allah ˹alone˺ we turn with hope.” (9:59)

چودہواں رکوع: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ۔۔۔ (توبہ۔60)

رکوع کے تفسیری موضوعات

مصارف زکوٰۃ(انّما الصدقات للفقراء والمساكين۔۔)، مستحقین زکوٰۃ، فقراء و مساکین، عاملین، تالیف قلب کے مستحق لوگ، مقروض، فی سبیل اللہ خرچ، مستحق مسافرین و مہاجرین، منافقین کی ایذاء رسانیاں، اللہ رسولؐ کی رضا سب سے مقدم(واللّٰہ ورسولہ احقّ ان یرضوہ)، منافقین کا ڈر: کہیں ان کا نفاق ظاہر نہ ہو جائے۔

مصارف زکوٰۃ

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ (توبہ۔60)

صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنان زکوٰۃ کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلوب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرضداروں (کے قرض ادا کرنے میں) اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیئے یہ حقوق) خدا کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے ہیں اور خدا جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔

Zakat eligibility criteria!

Zakat is only for the poor and the needy, for those employed to administer it, for bringing hearts together ˹to

the faith⌉, for ⌈freeing⌉ slaves, for those in debt, for Allah's cause, and for ⌈stranded⌉ travellers. This is⌉ an obligation from Allah. And Allah is All-Knowing, All-Wise. (9:60)

صدقات سے مراد یہاں صدقات واجبہ یعنی زکوٰۃ ہے جو نماز کی طرح مسلمانوں پر فرض ہے۔ تفسیر قرطبی میں ہے کہ قرآن میں جہاں لفظ صدقہ مطلقاً بولا گیا ہے اور کوئی قرینہ نفلی صدقہ کا نہیں ہے تو وہاں صدقہ سے مراد زکوۃ ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ۔۔: صدقات (یعنی زکوۃ) تو فقراء کا حق ہے۔اس یہ معلوم ہوا کہ مال داروں کو زکوۃ نکالنے کا حکم دیا گیا ہے یہ کوئی احسان نہیں، بلکہ فقراء کا ایک حق ہے، جس کی ادائیگی ان کے ذمہ ضروری ہے۔

عام صدقات و خیرات بشمول صدقۃ الفطر غیر مسلموں کو بھی دیئے جاسکتے ہیں۔

حدیث: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: تصدقوا علی اھل الادیان کلھا۔ یعنی تمام مذاہب کے لوگوں پر صدقہ کرو۔

مستحقین زکوٰۃ:

فقراء، مساکین: فقیر سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اپنی معیشت کے لیے دوسرے کا محتاج ہو۔ یہ لفظ تمام حاجت مندوں کے لیے عام ہے خواہ وہ جسمانی معذوری یا بڑھاپے کی وجہ سے مستقل طور پر محتاج اعانت ہو گئے ہوں، یا کسی عارضی سبب سے مدد کے محتاج ہوں اور اگر انہیں سہارا مل جائے تو آگے چل کر خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکتے ہوں، مثلاً یتیم بچے، بیوہ عورتیں، بے روزگار لوگ اور وہ لوگ جو وقتی حوادث زمانہ کا شکار ہو گئے ہوں۔

حدیث: حضور ﷺ فرماتے ہیں صدقہ مال دار اور تندرست توانا پر حلال نہیں۔ کچھ لوگوں نے حضورؐ سے صدقے کا مال مانگا آپؐ نے بغور دیکھا اور نیچے سے اوپر تک انہیں ہٹا کٹا قوی تندرست دیکھ کر فرمایا گر تم چاہو تو تمہیں دے دوں مگر امیر شخص کا اور قوی طاقت اور کماؤ شخص کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

حدیث: فقیر سے مراد پیشہ ور بھکاری نہیں ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! مساکین کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: المسکین الذی لا یجد غنی یغنیہ ولا یفطن لہ فیتصدق علیہ ولا یقوم فیسئال الناس۔ مسکین وہ ہے جس کے پاس بقدر ضرورت مال نہ ہو۔ وہ ایسا سفید پوش ہے جو مستحق ہونے کے باوجود مانگنے اور سوال کرنے سے بچتا ہے۔

عاملین: وہ کارکنان جو زکوٰۃ وصدقات کی وصولی وتقسیم اور اس کے حساب کتاب پر معمور ہوں۔

Revert Support۔ تالیف قلب (دل جوئی)۔

مولفۃ القلوب سے مراد ایک تو وہ فرد ہے جو اسلام کی طرف مائل ہو اور اس کی امداد کرنے پر امید ہو کہ وہ مشرف بہ اسلام ہو جائے گا۔ اسی طرح وہ نو مسلم افراد جو اسلام قبول کرنے کے بعد مالی مشکلات، مسائل کا شکار ہیں اور ان کو امداد اور سپورٹ کی ضرورت ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک یہ مصرف ختم ہو گیا ہے لیکن دوسرے فقہاء کے نزدیک حالات وظروف کے مطابق ہر دور میں اس مصرف پر زکوۃ کی رقم خرچ کرنا جائز ہے۔

مسلم کیونٹی کیلئے لمحہ فکریہ: نومسلموں کیلئے زکوٰۃ میں سے مالی امداد کی مد کے باوجود نو مسلموں کو ہماری طرف سے کوئی سپورٹ نہیں ملتی۔ اگر کوئی اسلام قبول کرتا ہے تو وقتی طور پر تو خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ لوگ اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہیں۔ ہر آدمی مبارکباد دیتا ہے مگر اس کے بعد کیا ہوتا ہے وہ ایک مایوس کن کیفیت ہے۔ نو مسلموں کو جن معاشرتی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کے حل کی طرف مسلم کیونٹی کی طرف سے کوئی منظم سپورٹ موجود نہیں۔ ان کی دینی تربیت اور رہنمائی کا بھی کوئی انتظام موجود نہیں ہوتا۔ اس اہم ایشو کی طرف ہمیں سنجیدگی سے توجہ دینی چاہیئے تاکہ لوگ اسلام کی طرف مائل ہونے کے بعد حالات اور ہمارے رویوں سے نالاں ہو کر مایوسی کا شکار نہ ہوں۔

مقروض: وہ مقروض مراد ہیں جو اپنے اہل وعیال کے نان نفقہ اور ضروریات زندگی فراہم کرنے میں لوگوں کے زیربار ہوگئے اور ان کے پاس نقد رقم بھی نہیں ہے اور ایسا سامان بھی نہیں ہے جسے بیچ کر وہ قرض ادا کریں سکیں۔

فی سبیل اللہ: اللہ کے راستے میں خرچ، دعوت دین، تبلیغ اسلام وغیرہ۔

Refugees۔ مسافرین یا مہاجرین۔

یعنی اگر کوئی مسافر، سفر میں مستحق امداد ہو گیا ہے چاہے وہ اپنے گھر یا وطن میں صاحب حیثیت ہی ہو، اس کی امداد زکوٰۃ کی رقم سے کی جاسکتی ہے۔ عموماً آفت زدہ علاقوں کے متاثرین مہاجرین اس مد کے بہترین مستحق ہیں۔

منافقین کی ایذاء رسانیاں

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕقُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕوَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَ لِيْمٌ۔ (توبہ۔61)

اور ان (منافقین) میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو نبیؐ کو ایذا پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں: وہ تو کان (کے کچے) ہیں۔ فرمادیجئے: تمہارے لئے بھلائی کے کان ہیں۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اہلِ ایمان (کی باتوں) پر یقین کرتے ہیں اور تم میں سے جو ایمان لے آئے ہیں ان کے لئے رحمت ہیں، اور جو لوگ رسول اللہؐ کو (اپنی بدعقیدگی، بدگمانی اور بدزبانی کے ذریعے) اذیت پہنچاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

And there are others who hurt the Prophet by saying, "He listens to anyone." Say, ˹O Prophet˺ "He listens to what is best for you. He believes in Allah, has faith in the believers, and is a mercy for those who believe among you." Those who hurt Allah's Messenger will suffer a painful punishment. (9:61)

The present verses, like the previous ones, chastise hypocrites for their absurd objections, hostility to the Holy Prophet ﷺ and their feigned professions of Faith on false oaths.

The verse mentions the painful comment made by the hypocrites against the Holy Prophet ﷺ. They thought, since he hears and believes everything, they had nothing to worry about. Allah Almighty corrected them by saying that His Messenger preferred silence against baseless hostilities because of his high morals. He did not believe in what they said. He himself knew reality as it was. He simply avoided refuting them on their faces because of his inherent gentleness of nature.

آیات مذکورہ میں منافقین کے بیہودہ اعتراضات اور رسول اللہؐ کی ایذاءرسانی اور پھر جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے ایمان کا یقین دلانے کے واقعات اور ان پر تنبیہ ہے۔

پہلی آیت میں مذکورہ ہے کہ یہ لوگ رسول اللہؐ کے متعلق بطور استہزاء یہ کہتے ہیں کہ وہ تو بس کان ہیں، یعنی جو کچھ کسی سے سن لیتے ہیں اسی پر یقین کر لیتے ہیں، اس لئے ہمیں کچھ فکر نہیں، اگر ہماری سازش کھل بھی گئی تو ہم پھر قسم کھا کر آپ کو اپنی براءت کا یقین دلا دینگے۔ منافقین کی اس سوچ کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ رسول اللہؐ جو منافقین اور مخالفین کی غلط باتوں کو

سن کر اپنے مکارم اخلاق کی بناء پر خاموش رہتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھو کہ آپؐ کو حقیقت حال کی سمجھ نہیں بلکہ وہ پوری حقیقت سے باخبر ہیں۔ تمہاری غلط باتیں سن کر وہ تمہاری سچائی کے قائل نہیں ہو جاتے، البتہ اپنی شرافت نفس اور کرم کی بناء پر درگذر کا معاملہ فرمادیتے ہیں اور تمہیں جواب نہیں دیتے۔

اللہ، رسولؐ کی رضا سب سے مقدم!

يَحْلِفُوْنَ بِاللهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْۚ وَاللهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ (توبہ۔62)

تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کریں، اور اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنا بہت ضروری ہے اگر وہ ایمان رکھتے ہیں۔

They swear by Allah to you ˹believers˺ to satisfy you. But Allah and His Messenger are more worthy for them to satisfy, if they are ˹true˺ believers. (9:62)

The present verses, like the previous ones, chastise hypocrites for their absurd objections, hostility to the Holy Prophet ﷺ and their feigned professions of Faith on false oaths.

منافقین کا ڈر: کہیں بے نقاب نہ ہو جائیں

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْاۚ اِنَّ اللهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ۔ (توبہ۔64)

منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل کر دی جائے جو انہیں ان باتوں سے خبر دار کر دے جو ان (منافقوں) کے دلوں میں (مخفی) ہیں۔ فرمادیجئے: تم مذاق کرتے رہو، بیشک اللہ وہ (بات) ظاہر فرمانے والا ہے جس سے تم ڈر رہے ہو۔

The hypocrites fear that a sura will be revealed exposing what is in their hearts. Say, ˹O Prophet,˺ “Mock [as you wish]; indeed, Allah will expose that which you fear.” (9:64)

پندرہواں رکوع: اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ۔۔۔ (توبہ۔67)

رکوع کے تفسیری موضوعات

منافقین کا تعارف، تمام منافقین اسلام دشمنی میں ایک ہیں، منافقین مدینہ کا پس منظر، اعتقادی نفاق، منافقانہ طرز زندگی کی ممانعت، مومنین کے خصائل، خسارے میں کون لوگ ہیں؟، ایمانداروں کے اعمال، ایک دوسرے کی مدد، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اقامت صلوٰۃ، ادائے زکوٰۃ، چھ قوموں کا تذکرہ: ماضی سے عبرت حاصل کرو، سچے اہل ایمان کی صفات(والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض)، سچے اہل ایمان کے ساتھ اللہ کا وعدہ، اہل ایمان کی نیکیوں پر انعامات، اللہ کی رضا اور خوشنودی: سب سے بڑی کامیابی(ورضوان من اللّٰہ اکبر)۔

منافقین کا تعارف

تمام منافقین اسلام دشمنی میں ایک ہیں

اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۘ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْـهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَـهُمْ ۚ نَسُوا اللّـٰهَ فَنَسِيَـهُمْ ۗ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ هُـمُ الْفَاسِقُوْنَ۔ (توبہ۔67)

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے (کی جنس) سے ہیں۔ یہ لوگ بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور اچھی باتوں سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے) بند رکھتے ہیں، انہوں نے اللہ کو فراموش کر دیا تو اللہ نے انہیں فراموش کر دیا، بیشک منافقین ہی نافرمان ہیں۔

Profile of the Hypocrites!

The hypocrites, both men and women, are alike: they encourage what is evil, forbid what is good, and withhold ⸢what is in⸣ their hands. They neglected Allah, so He neglected them. Surely the hypocrites are the rebellious. (9:67)

This verse provide a profile of the hypocrites. One of the expressions used there: and "they withhold their hands" has been explained in Tafsir al-Qurtubi as abandonment of

striving for the cause of Allah and non-compliance of obligatory duties. Then, the sentence that follows: They forgot Allah, so He forgot them. Meaning that Allah abandoned their prospects of better life in the Hereafter.

آیت میں منافقین کا ایک حال یہ بتلایا کہ: وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ۔ منافقین اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ ہاتھ بند رکھنے سے مراد انفاق میں بخل، ترک جہاد اور حقوق واجبہ کا ادا نہ کرنا ہے۔

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ: اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ ان لوگوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو بھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ تو نسیان اور بھول سے پاک ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے احکام کو اس طرح چھوڑ دیا جیسے بھول گئے ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے بھی ثواب آخرت کے معاملہ میں ان کو ایسا ہی کر چھوڑا کہ نیکی اور ثواب میں کہیں ان کا نام نہ رہا۔

منافقین مدینہ کا تعارف

علامہ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں منافقین مدینہ کا تعارف پیش کیا ہے۔ یہ تمام لوگ مال دار تھے اور مدینہ میں جائیدادیں اور پھیلے ہوئے کاروبار رکھتے تھے۔ مالداری اور تجارت نے ان کو منافع پسند، مصلحت پسند اور دنیا پرست بنا دیا تھا۔ اسلام جب مدینہ پہنچا اور آبادی کے ایک بڑے حصہ نے پورے اخلاص اور جوش ایمانی کے ساتھ اسلام قبول کر لیا، تو یہ لوگ عجیب امتحان میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ مقامی لوگوں کی اکثریت بشمول ان کی اپنی اولاد دین اسلام قبول کر چکی ہے۔ ان کے خلاف اگر وہ کفر وانکار پر قائم رہتے ہیں تو ان کی عزت، شہرت سب خاک میں مل جائے گی حتیٰ کہ ان کے اپنے گھروں میں ان کے خلاف بغاوت برپا ہونے کا اندیشہ ہے۔ دوسری طرف اس دین کا ساتھ دینے کے معنی یہ ہیں کہ باقی سارے عرب سے دشمنی مول لے لیں۔ وہ چونکہ ساری دنیا کے معاملات صرف مفاد اور مصلحت ہی کے زاویہ سے دیکھتے اس لیے ان کو اپنے مفادکے تحفظ کی بہترین صورت یہی نظر آئی کہ وہ ایمان کا محض زبانی دعویٰ کر لیں تاکہ اپنے آپ کو مردم شماری میں مسلمان ظاہر کر سکیں۔ مدینہ میں رہ کر اعلانیہ غیر مسلم ہونے سے ان کو اپنے ہی خاندان اور قبیلے سے بائیکاٹ کا سامنا کرنا پڑتا۔ مدینہ کو چھوڑتے تو اپنی جائیداد اور تجارت سے ہاتھ دھونے پڑتے۔ اپنے کفر کیلئے یہ اتنی قربانی دینے کو تیار نہیں تھے۔ مجبوراً مدینہ میں بیٹھ کر بادل نخواستہ نمازیں پڑھنا اور زکوۃ ادا کرنا ان کی مجبوری تھی۔ یہ دور نبویؐ کے اعتقادی منافق تھے۔ ظاہری طور پر مسلمان تھے مگر ان کی اصل ہمدردیاں دشمنان اسلام کے ساتھ تھیں۔ قرآن مجید نے ان کی اس منافقانہ طرز زندگی کا پردہ چاک کیا اور اس منافقت کو کھول کر بیان کیا۔ غزوہ تبوک نے تمام منافقین کو بے نقاب کر دیا اور کھرے اور کھوٹے کی تمیز کرا دی۔ سورۃ توبہ کی ان آیات میں ان منافقین کے خصائل کو بیان کر کے ان کے نفاق سے پردہ اٹھایا گیا۔

مومنین اور منافقین میں فرق:

منافقین کی خصلتیں مومنین کے بالکل برخلاف ہوتی ہیں۔

مومن بھلائیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں منافق برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلائیوں سے منع کرتے ہیں۔

مومن سخی ہوتے ہیں منافق بخیل ہوتے ہیں۔

مومن ذکر اللہ میں مشغول رہتے ہیں۔ منافق یاد الٰہی بھلائے رہتے ہیں۔

Comparison between the hypocrites and the true believers!

خسارے میں کون لوگ ہیں؟

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ (توبہ۔69)

جس طرح تم سے پہلے لوگ تم سے طاقت میں زیادہ تھے اور مال اور اولاد میں بھی زیادہ تھے، پھر وہ اپنے حصہ سے فائدہ اٹھا گئے اور تم نے اپنے حصہ سے فائدہ اٹھایا جیسے تم سے پہلے لوگ اپنے حصہ سے فائدہ اٹھا گئے اور تم بھی انہیں کی سی چال چلتے ہو، یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے، اور وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

The real losers!

Your ways are like the ways of those who have gone before you. They were far superior to you in might and more abundant in wealth and children. They enjoyed their share in this life. You have enjoyed your share, just as they did. And you have engaged in idle talk, just as they did. Their deeds have become void in this world and the Hereafter. And it is they who are the ˹true˺ losers. (9:69)

ایمانداروں کے اعمال:

ایک دوسرے کی مدد،

امر بالمعروف ونہی عن المنکر،

اقامت نماز،

ادائے زکوٰۃ،

اللہ ورسولؐ کی اطاعت،

چھ قوموں کا تذکرہ: ماضی سے عبرت حاصل کرو

اَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔

(توبہ۔70)

کیا انہیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے تھے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والوں کی اور ان بستیوں کی خبر جو الٹ دی گئی تھیں، ان کے پاس ان کے رسول صاف احکام لے کر پہنچے، سو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔

Learn Lessons from the Past

Have they not received the stories of those ˹destroyed˺ before them: the people of Noah, ’Âd, and Thamûd, the people of Abraham, the residents of Midian, and the overturned cities ˹of Lot˺? Their messengers came to them with clear proofs. Allah would have never wronged them, but it was they who wronged themselves. (9:70)

تفسیر: یہاں ان چھ قوموں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جن کا مسکن ملک شام رہا ہے۔ یہ بلاد عرب کے قریب ہے اور ان کی کچھ باتیں انہوں نے شاید آباواجداد سے سنی بھی ہوں۔

قوم نوح: جو طوفان میں غرق کر دی گئی۔

قوم عاد: جو قوت اور طاقت میں ممتاز ہونے کے باوجود، باد تند سے ہلاک کر دی گئی۔

قوم ثمود: جسے آسمانی چیخ سے ہلاک کیا گیا۔

قوم ابراہیم: جس کے بادشاہ نمرود بن کنعان کو مچھر نے ہلاک کر دیا۔

اصحاب مدین (حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم): جنہیں چیخ زلزلہ اور بادلوں کے سائے کے عذاب سے ہلاک کر دیا گیا اور اہل مؤتفکات سے مراد قوم لوط ہے۔ ان پر آسمان سے پتھر برسائے گئے۔ دوسرے ان کی بستی کو اوپر اٹھا کر نیچے پھینکا گیا جس سے پوری بستی اوپر نیچے ہو گئی اس اعتبار سے انہیں اصحاب مؤتفکات کہا جاتا ہے۔

ان سب قوموں کے پاس، ان کے پیغمبر، جو ان ہی کی قوم ایک فرد ہوتا تھا آئے۔ لیکن انہوں نے ان کی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دی، بلکہ تکذیب اور عناد کا راستہ اختیار کیا، جس کا نتیجہ بالآخر عذاب الیم کی شکل میں نکلا۔

سچے اہل ایمان کی صفات

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْـهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّـٰهَ وَرَسُوْلَـهٗ ۚ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّـٰهُ ۗ اِنَّ اللّـٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (توبہ۔71)

اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مدد گار ہیں، نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا، بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

Qualities of true believers!

The believers, both men and women, are guardians of one another. They encourage good and forbid evil, establish prayer and pay Zak'at, and obey Allah and His Messenger. It is they who will be shown Allah's mercy. Surely Allah is Almighty, All-Wise. (9:71)

سابقہ آیات میں منافقین کے حالات، ان کی سازشوں اور ایذاؤں اور ان کے عذاب کا بیان تھا۔ قرآنی اسلوب کے مطابق مناسب تھا کہ اس جگہ مومنین مخلصین کے حالات اور ان کے ثواب اور درجات کا بھی ذکر آجائے۔

یہاں یہ بات قابل نظر ہے کہ اس موقع پر منافقین اور مومنین مخلصین کے حالات کا تقابل ذکر کیا گیا مگر ایک جگہ منافقین کے بارے میں تو یہ فرمایا کہ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ، اور اس کے مقابل مومنین کا ذکر آیا تو اس میں فرمایا: بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ۔ اس میں اشارہ ہے کہ منافقین کے باہمی تعلقات اور روابط تو محض اعراض پر مبنی ہوتے ہیں بخلاف مومنین کے کہ وہ ایک دوسرے کے مخلص دوست اور سچے ہمدرد ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا یعنی

جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کے پابند ہوئے اللہ تعالیٰ ان کے آپس میں قلبی تعلق اور گہری دوستی پیدا فرمادیتے ہیں۔ آجکل ہمارے ایمان و عمل صالح ہی کی کوتاہی ہے کہ بحیثیت مسلمان ہمارے باہمی تعلقات اخلاص پر مبنی نظر نہیں آتے بلکہ اغراض کے تابع ہوتے ہیں۔ تعلقات کے حوالے سے ایسا رویہ عملی نفاق کی ایک شکل ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

سچے اہل ایمان کے ساتھ اللہ کا وعدہ

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِـهَا الْاَنْـهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْـهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِىْ جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰـهِ اَكْبَرُ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (توبہ۔72)

اللہ نے ایمان دار مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا وعدہ دیا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور عمدہ مکانوں اور ہمیشگی کے باغوں میں، اور اللہ کی رضا ان سب سے بڑی ہے، یہی وہ بڑی کامیابی ہے۔

Reward for the believers!

Allah has promised the believers, both men and women, Gardens under which rivers flow, to stay there forever, and splendid homes in the Gardens of Eternity, and, above all, the pleasure of Allah. That is ˹truly˺ the ultimate triumph. (9:72)

اہل ایمان کو نیکی کے انعامات

سچے ایمانداروں کی نیکیوں پر جو اجر و ثواب انہیں ملے گا ان کا بیان ہو رہا ہے کہ ابدی نعمتیں ہمیشگی کی راحتیں باقی رہنے والی جنتیں انہیں حاصل ہونگی۔ ان شاء اللہ

اللہ کی رضا اور خوشنودی: سب سے بڑی کامیابی

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (توبہ۔72)

اور اللہ کی رضا اور خوشنودی سب سے بڑی نعمت ہے، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

But pleasure from Allah is greater. It is that which is the great attainment.

سولھواں رکوع: يَآ اَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ۔۔۔ (توبہ۔73)

رکوع کے تفسیری موضوعات

منافقین سے جہاد کے حکم کا مطلب، منافقین کی بد اعمالیاں اور جھوٹی شہادتیں، توبہ واصلاح کا دروازہ منافقین کیلئے بھی کھلا ہے، رب کو بھلانے والے، احسان فراموشی کی بدترین مثال، دعا قبول ہوئی تو رب کو بھول گئے (ومنهم من عاهد الله لئن آتانا ممن فضلہ۔۔)، بد اعمالی کا نتیجہ: مرض نفاق، اللہ ظاہر وباطن سے آگاہ ہے (انّ الله يعلم سرّهم ونجواهم)، سچّے اہل ایمان پر طعنہ زنی کرنے والوں کا انجام، نبی کریمؐ سے دھوکہ کرنے والے منافقین کی مغفرت نہیں ہوگی (استغفر لهم او لاتستغفرلهم)۔

منافقین سے جہاد کے حکم کا مطلب

يَآاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ۔۔۔: اس آیت میں نبی کریم ﷺ کفار اور منافقین دونوں سے جہاد کرنے اور ان کے معاملہ میں شدت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کفار سے جہاد کا حکم تو واضح ہے جس کی مثال ہمیں نبی کریمؐ کے غزوات کی شکل میں ملتی ہے۔ لیکن منافقین سے جہاد کا مطلب ہے؟ نبی کریمؐ نے منافقین کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی۔ رسول اللہ ﷺ کے تعامل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ منافقین کے خلاف جہاد سے مراد یہ ہے کہ ان کو تذکیر کی جائے اور زبانی دعوت اسلام دی جائے تاکہ ان کو اسلام کی حقانیت سمجھ آجائے اور وہ اپنے دعوٰی اسلام میں مخلص ہو جائیں۔ (بحوالہ قرطبی ومظہری)

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ: لفظ غلظ کے اصلی معنی یہ ہیں کہ مخاطب جس طرز عمل کا مستحق ہے اس میں کوئی رعایت اور نرمی نہ برتی جائے، یہ لفظ رافت کے مقابل استعمال ہوتا ہے، جس کے معنی رحمت اور نرم دلی کے ہیں۔ امام قرطبی نے فرمایا کہ اس جگہ غلظت استعمال کرنے سے عملی غلظت مراد ہے کہ ان پر احکام شرعیہ جاری کرنے میں کوئی رعایت اور نرمی نہ برتی جائے، زبان اور کلام میں سختی کرنا مراد نہیں، کیونکہ وہ سنت انبیاء کے خلاف ہے، وہ کسی سے سخت کلامی اور سب وشتم نہیں کرتے۔ نبی کریمؐ کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔ یعنی اگر آپؐ سخت

مزاج یا سخت دل ہوتے تو لوگ آپؐ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔ حضور اکرمؐ کے عمل میں بھی کہیں یہ ثابت نہیں کہ کفار و منافقین سے گفتگو اور خطاب میں کبھی شدت اختیار فرمائی ہو۔

لیکن افسوس کہ خطاب اور کلام میں سختی جسکو کفار کے مقابلہ میں بھی اسلام نے اختیار نہیں کیا آجکل کے مسلمان دوسرے مسلمانوں کے بارے میں بے دھڑک استعمال کرتے ہیں اور بہت سے لوگ تو اس کو دین کی خدمت سمجھ کر خوش ہوتے ہیں۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

منافقین کی بداعمالیاں اور جھوٹی شہادتیں

يَحْلِفُوْنَ بِاللهِ مَا قَالُوْا۔۔۔ (توبہ۔74)

(یہ منافقین) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے (کچھ) نہیں کہا حالانکہ انہوں نے یقیناً کلمہ کفر کہا اور وہ اپنے اسلام (کو ظاہر کرنے) کے بعد کافر ہو گئے۔

They swear by Allah that they never said anything ˹blasphemous˺, while they did in fact utter a blasphemy, lost faith after accepting Islam. (9:74)

وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا: منافقین نے ارادہ کیا ایک ایسے کام کا جس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ یہ آیت کسی ایسے واقعہ سے متعلق ہے جس میں منافقین نے حضور اکرمؐ اور مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش کی تھی، جس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ جیسا کہ غزوہ تبوک سے واپسی پر منافقین میں سے بارہ آدمی پہاڑ کی ایک گھاٹی میں گھات لگا کر بیٹھ گئے کہ جب آپؐ یہاں پہنچیں تو حملہ کر کے (نعوذباللہ) آپؐ کو قتل کر دیں۔ جبرئیل امینؑ نے آپؐ کو اس ناپاک سازش کی خبر دے دی تو آپ نے راستہ بدل لیا اور اس طرح ان کی سازش خاک میں مل گئی۔

توبہ اور اصلاح احوال کا دروازہ منافقین کیلئے بھی کھلا ہے

فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ۔ (توبہ۔74)

اگر یہ (منافقین) توبہ کر لیں تو ان کے لئے بہتر ہے۔

If they repent, it will be better for them. (9:74)

دعا قبول ہوئی تو رب کو بھول گیا

وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ فَلَمَّآ اٰتَاهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ (توبہ۔75۔76)

ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اس نے اپنے فضل سے ہم کو نوازا تو ہم ضرور صدقہ وخیرات کریں گے اور نیک وصالح بن کر رہیں گے۔ پھر جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دولت بخشی تو وہ اس میں بخل کرنے لگے اور وہ (اپنے عہد سے) روگردانی کرتے ہوئے پھر گئے۔

Story of an ungrateful person!

And among them are those who made a covenant with Allah, [saying], "If He should give us from His bounty, we will surely spend in charity, and we will surely be among the righteous. But when He gave them out of His bounty, they withheld it and turned away indifferently. (9:75.76)

احسان فراموشی کی بدترین مثال:

آیت کا شان نزول: یہ آیت ثعلبہ بن حاطب انصاری کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ: میرے لئے مالداری کی دعا کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا تھوڑا مال جس کا شکر ادا ہو اس بہت سے اچھا ہے جو اپنی طاقت سے زیادہ ہو۔ اس نے پھر دوبارہ یہی درخواست کی تو آپؐ نے پھر سمجھایا کہ کیا تو اپنا حال اللہ کے نبی جیسا رکھنا پسند کرتا؟ واللہ اگر میں چاہتا تو یہ پہاڑ سونے چاندی کے بن کر میرے ساتھ چلتے۔ اس نے کہا حضور واللہ میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ مجھے مالدار کردے تو میں خوب صدقہ وخیرات کروں گا، ہر ایک کو اس کا حق ادا کروں گا۔ آپؐ نے اس کے اصرار پر اس کیلئے مال میں برکت کی دعا کی۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ اس دعا کے بعد اس کی بکریوں میں اس طرح اضافہ شروع ہوا جیسے کیڑے، مکوڑے بڑھ رہے ہوں یہاں تک کہ مدینہ شریف اس کے جانوروں کے لئے تنگ ہو گیا۔

یہ ایک میدان میں نکل گیا ظہر عصر تو جماعت کے ساتھ ادا کرتا باقی نمازیں جماعت سے نہیں ملتی تھیں۔ جانوروں میں اور برکت ہوئی اسے اور دور جانا پڑا، اب سوائے جمعہ کے اور سب جماعتیں اس سے چھوٹ گئیں۔ مال بڑھتا گیا، ہفتہ بعد جمعہ کے

لئے آنا بھی اس نے چھوڑ دیا آنے جانے والے قافلوں سے پوچھ لیا کرتا تھا کہ جمعہ کے دن کیا بیان ہوا؟ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اس کا حال دریافت کیا لوگوں نے سب کچھ بیان کر دیا آپؐ نے اظہار افسوس کیا۔ اس دوران آیت اتری کہ ان کے مال سے صدقے (زکوٰۃ) لو، اور صدقے کے احکام بھی بیان ہوئے آپؐ نے دو آدمیوں کو زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا۔ مگر ثعلبہ پر دولت کا بھوت اور نحوست پوری طرح سوار ہو چکی تھی۔ اس نے زکوٰۃ دینے سے بھی انکار کر دیا۔ اس نے کہا کہ زکوٰۃ تو ایک طرح سے جزیہ ہے جو غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے۔ یہ دونوں صحابی خالی ہاتھ واپس چلے گئے۔ حضورؐ نے ثعلبہ پر اظہار افسوس کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ثعلبہ کے ایک قریبی رشتہ دار نے جب یہ سب کچھ سنا تو ثعلبہ سے جا کر واقعہ بیان کیا اور آیت بھی پڑھ سنائی یہ حضورؐ کے پاس آیا اور درخواست کی کہ اس کا صدقہ قبول کیا جائے آپؐ نے فرمایا اللہ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ یہ سخت شرمندہ ہوا۔ یہ واپس اپنی جگہ چلا آیا حضورؐ نے انتقال تک اس کی کوئی چیز قبول نہ فرمائی۔ پھر یہ خلافت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے دور میں آیا اور کہنے لگا میری جو عزت حضورؐ کے پاس تھی وہ اور میرا جو مرتبہ انصار میں ہے وہ آپ خوب جانتے ہیں آپ میرا صدقہ قبول فرمایئے آپ نے جواب دیا کہ جب رسول اللہؐ نے تیرا مال قبول نہیں فرمایا تو میں کون؟ غرض آپ نے بھی انکار کر دیا۔ جب آپ کا بھی انتقال ہو گیا اور حضرت عمر (رض) مسلمانوں کے خلیفہ ہوئے یہ پھر آیا اور کہا کہ امیر المومنین آپ میرا صدقہ قبول فرمایئے آپ نے جواب دیا کہ جب حضورؐ نے قبول نہیں فرمایا خلیفہ اول نے قبول نہیں فرمایا تو اب میں کیسے قبول کر سکتا ہوں؟ چنانچہ آپ نے بھی اپنی خلافت کے زمانے میں اس کا صدقہ قبول نہیں فرمایا۔ پھر خلافت حضرت عثمان (رض) کے سپرد ہوئی تو یہ ثعلبہ پھر آیا لیکن آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ خود حضورؐ نے اور آپ کے دونوں خلیفہ نے تیرا صدقہ قبول نہیں فرمایا تو میں کیسے قبول کر لوں؟ چنانچہ اس سے صدقہ قبول نہیں کیا گیا۔ اسی اثنا میں یہ شخص فوت ہو گیا۔ نعوذ باللہ من سیئات اعمال۔ (بحوالہ ابن کثیر بیھقی، طبرانی)

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔

مگر جب اللہ نے اپنے فضل سے ان کو دولت مند کر دیا تو وہ بخل پر اتر آئے اور اپنے عہد سے ایسے پھرے کہ انہیں اس کی پروا تک نہیں ہے۔ توبہ۔76

But when He gave them from His bounty, they were stingy with it and turned away while they refused.

حضور ﷺ نے سات فتنوں (آزمائشوں) سے پناہ مانگی:

ان میں ایک دولت کی آزمائش بھی ہے

حدیث: بَادِرُوا بالأَعْمَالِ سَبْعًا، هَلْ تَنْتَظِرُونَ إلا فَقْرًا مُنسيًا، أو غِنًى مُطْغِيًا، أو مَرَضًا مُفْسِدًا، أو هَرَمًا مُفَنِّدًا، أو مَوْتًا مُجْهِزًا، أو الدَّجَالَ فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ، أو الساعةَ فالساعةُ أَدْهَى وَأَمَرّ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سات (فتنوں کے آنے) سے پہلے جلدی جلدی عمل کر لو۔ کیا تمہیں غافل کر دینے والی غربت، سرکش بنا دینے والی امیری، یا تباہ کر دینے والے مرض، یا ایسے بڑھاپے جس سے عقل سٹھیا جائے یا اچانک آ جانے والی موت کا انتظار ہے یا پھر دجال جیسے بدترین غائب چیز کا انتظار ہے یا پھر قیامت کا؟۔ قیامت تو بہت ہیبت ناک اور کڑوی ہے۔ (ترمذی)

بداعمالیوں کا نتیجہ: مرض نفاق

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۔ (توبہ۔77)

تو (ان کی بداعمالیوں کا) نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا اس دن تک جب اللہ سے ملیں گے۔ اس لیے کہ انہوں نے جو اللہ سے وعدہ کیا تھا اسے پورا نہ کیا اور اس لیے کہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔

A serious note of warning!

So, ⌜as a consequence of their misdeeds⌝ Allah caused hypocrisy to plague their hearts until the Day they will meet Him, for breaking their promise to Allah and for their lies. (9:77)

From here we learn that there are occasions when the consequences of evil deeds assumes alarming proportions, so much so that one is deprived of the very ability (taufiq) of making Taubah. May Allah protect us from this misfortune!

اللہ ظاہر و باطن سے آگاہ ہے!

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔ (توبہ۔78)

کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ان کا بھید اور ان کا مشورہ جانتا ہے اور یہ کہ اللہ غیب کی باتیں جاننے والا ہے۔

All is aware of their evil thoughts!

Do they not know that Allah ˹fully˺ knows their ˹evil˺ thoughts and secret talks, and that Allah is the Knower of all unseen? (9:78)

سچّے اہل ایمان پر طعنہ زنی کرنے والوں کا انجام

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِى الصَّدَقَاتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۙ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (توبہ۔79)

وہ لوگ جو ان مسلمانوں پر طعن کرتے ہیں جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور جو لوگ اپنی محنت کے سوا طاقت نہیں رکھتے پھر ان پر ٹھٹھا کرتے ہیں، اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

Consequences of mockery!

˹There are˺ those who slander ˹some of˺ the believers for donating liberally and mock others for giving only the little they can afford. Allah will throw their mockery back at them, and they will suffer a painful punishment. (9:79)

نبیؐ سے دھوکہ کرنے والے منافقین کی مغفرت نہیں ہو گی!

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ۔ (توبہ۔80)

تو ان کے لیے بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر تو ان کے لیے ستّر دفعہ بھی بخشش مانگے گا تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا، یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا، اور اللہ نافرمانوں کو راستہ نہیں دکھاتا۔

Prayer of Forgiveness will not benefit hypocrites!

˹It does not matter˺ whether you ˹O Prophet˺ pray for them to be forgiven or not. Even if you pray for their forgiveness seventy times, Allah will never forgive them. That is because they have lost faith in Allah and His Messenger. And Allah does not guide the rebellious people. (9:80)

سترہواں رکوع: فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ۔۔۔ (توبہ۔81)

رکوع کے تفسیری موضوعات

جھوٹے عذر تراشنے والوں کی خوش فہمیاں، جہنم کی آگ سے ڈرو(قل نار جهنّم اشد حرا)،ہنسا کم کرو، منافقین کی نماز جنازہ(ولا تصل علیٰ احد منهم)، حضور اکرمؐ کی رحمت کی عالیشان مثال، عبد اللہ ابن ابی کا جنازہ، حذیفہ بن یمان: رازدان رسول اللہؐ، کسی کا مال و دولت تمہیں مرعوب نہ کرے، جھوٹی معذرت کر کے خوش ہونے والے، اصحاب الخیرات، اصل بھلائی کے حقدار: سچّے اہل ایمان، فوز عظیم: بڑی کامیابی کے حقدار۔

جھوٹے عذر تراشنے والوں کی خوش فہمیاں!

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔(توبہ۔81)

رسول اللہؐ کی مخالفت کے باعث (غزوہ تبوک سے) پیچھے رہ جانے والے (یہ منافق) اپنے بیٹھ رہنے پر خوش ہو رہے ہیں وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں

Those ˹hypocrites˺ who stayed behind (from Tabuk expedition) rejoiced for doing so in defiance of the Messenger of Allah and hated ˹the prospect of˺ striving with their wealth and their lives in the cause of Allah. (9:81)

مذکورہ آیات میں ان منافقین کا ذکر ہے جو غزوہ تبوک میں نفیر عام کے حکم کے باوجود شریک نہیں ہوئے۔

غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے والوں کیلئے قرآن مجید نے الْمُخَلَّفُوْنَ کی اصطلاح استعمال کی۔مُخَلَّفُوْنَ، مخلف کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں متروک، یعنی جس کو چھوڑ دیا گیا ہو، اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ یہ لوگ تو یہ سمجھ کر خوش ہو رہے ہیں کہ ہم نے اپنی جان کو مصیبت میں ڈالنے سے بچایا، اور غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی، مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قابل نہیں سمجھا کہ وہ اس فضیلت کو پاسکیں، اس لئے وہ تارک نہیں، بلکہ متروک یا محروم ہیں۔

دوسرے معنی الْمُخَلَّفُوْنَ کے اس جگہ مخالفت کے بھی ہوسکتے ہیں، کہ یہ لوگ رسول اللہؐ کے حکم کی مخالفت کرکے گھر میں بیٹھے رہے، اور صرف خود ہی نہیں بیٹھے بلکہ دوسروں کو بھی یہ تلقین کی کہ لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ کہ اس گرمی میں رسول اللہؐ کے ساتھ تبوک کی مہم کیلئے نہ نکلو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کا جواب یہ دیا: قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا، یعنی یہ بدنصیب موسم کی گرمی کو تو دیکھ رہے ہیں اور اس سے بچنے کی فکر کررہے ہیں لیکن کیا یہ موسم کی گرمی جہنم کی گرمی سے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی آیت کے اگلے حصّے میں انہیں جہنّم کی گرمی یاد دلادی:

جہنم کی آگ سے ڈرو!

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِى الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَّوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ۔(توبہ۔81)

اور (منافقین) کہتے تھے کہ اس گرمی میں (غزوہ تبوک کیلئے) نہ نکلو۔ فرمادیجئے: دوزخ کی آگ سب سے زیادہ گرم ہے، کاش وہ سمجھ لیتے (تو ان کے حق میں کتنا بہتر ہوتا)۔

They ˹hypocrites˺ said: "Do not march forth in the heat." Say, ˹O Prophet˺ "The Fire of Hell is far hotter!" If only they could comprehend! (9:81)

ہنسنا کم کرو

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔

اب چاہیے کہ یہ لوگ ہنسنا کم کریں اور روئیں زیادہ، اس لیے کہ جو بدی یہ کماتے رہے ہیں اس کی جزا ایسی ہی ہے (کہ انہیں اس پر روناچاہیے)۔ توبہ۔82

So, they should laugh a little and [then] weep much as recompense for what they used to earn (by committing sins). (9:82)

حدیث: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا۔ اگر تم وہ باتیں جان لو جن کا مجھے علم ہے تو تم ہنسو تھوڑا، اور روؤ زیادہ۔

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلاً وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا: اس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ ہنسو تھوڑا، روؤ زیادہ، یہ لفظ اگرچہ بصیغہ امر لایا گیا مگر مفسرین نے اس کو خبر کے معنی میں قرار دیا ہے، اور بصیغہ امر ذکر کرنے کی یہ حکمت بیان کی ہے کہ ایسا ہونا حتمی اور یقینی ہے، یعنی یہ بات یقینی طور پر ہونے والی ہے کہ ان لوگوں کی یہ ہنسی خوشی صرف چند روزہ ہے، اس کے بعد آخرت میں ہمیشہ کے لئے رونا ہی رونا ہو گا۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے: الدنیا قلیل فلیضحکوا فیھا ماشاؤ ا فاذا انقطعت الدنیا وصاروا الی اللہ فلیستانفوا البکاء بکاء لا ینقطع ابدا۔ یعنی یہ دنیا چند روزہ ہے اس میں جتنا چاہو ہنس لو، پھر جب دنیا ختم ہو گی (تو تمہارا ہنسنا بھی بند ہو جائے گا) اور اللہ کے پاس حاضر ہو گے تو رونا شروع ہو گا جو کبھی ختم نہ ہو گا۔

منافقین کی نماز جنازہ

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ۔ (توبہ۔84)

اور آپ کبھی بھی ان (منافقین) میں سے جو کوئی مر جائے اس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی آپ اس کی قبر پر کھڑے ہوں (کیونکہ آپؐ کا کسی جگہ قدم رکھنا بھی رحمت وبرکت کا باعث ہوتا ہے اور یہ آپؐ کی رحمت وبرکت کے حق دار نہیں ہیں)۔ بیشک انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمان ہونے کی حالت میں ہی مر گئے۔

Funeral of hypocrites!

And do not ever offer ˹funeral˺ prayers for any of their dead, nor stand by their grave ˹at burial˺, for they have lost faith in Allah and His Messenger and died rebellious. (9:84)

Example of Prophet’s compassion!

حضور ﷺ کی رحمت کی عالیشان مثال

رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے زندگی بھر حضورؐ کو بے پناہ اذیتیں اور تکالیف پہنچائیں تھیں۔ جب عبد اللہ بن ابی کا انتقال ہو گیا تو اس کے بیٹے عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی (جو مسلمان تھے) رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپؐ (بطور تبرک) اپنی قمیض عنایت فرمادیں تاکہ میں اپنے باپ کو کفنا دوں۔ دوسرا آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں۔ آپؐ نے قمیض بھی عنایت فرمادی اور نماز جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت عمر نے آپؐ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھانے سے روکا ہے، آپؐ کیوں اس کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے یعنی روکا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تو ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا، تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرلوں گا۔ چنانچہ آپؐ نے نماز جنازہ پڑھا دی۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (توبہ۔84) نازل فرمائی کہ آئندہ منافقین کے حق میں دعائے مغفرت نہیں کی جاسکتی۔ (صحیح بخاری)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی غیر مسلم کی نماز جنازہ پڑھنا اور اس کے لئے دعا مغفرت کرنا درست نہیں۔ اسی طرح اس کی قبر کی زیارت کے لئے جانا بھی درست نہیں، البتہ عبرت حاصل کرنے کے لئے ہو یا کسی خاص وجہ کے لئے ہو تو وہ اس کے منافی نہیں، جیسا کہ ہدایہ میں ہے کہ اگر کسی مسلمان کا غیر مسلم رشتہ دار فوت ہو جائے تو مسلمان رشتہ دار اس کیلئے کفن دفن کا انتظام کرسکتا ہے۔

حذیفہ بن یمان: رازدان رسول اللہ ﷺ

مدینہ کے منافقین جنہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کو بے پناہ نقصان پہنچایا تھا۔ انہوں نے ہر مرحلے اور موقع پر آستین کے سانپ کا کردار نبھایا۔ ان سب کے نام بذریعہ وحی آپؐ کو بتائے گئے مگر آپؐ نے انکے نام پبلک نہیں کئے۔ صرف اپنے ایک صحابی حضرت حذیفہ بن یمان (رض) کو ان کے نام بتائے۔ اسی بناء پر انہیں رازدان رسولؐ کہا جاتا تھا۔

حضرت عمر (رض) کا طریقہ آپؐ کے بعد یہ رہا کہ جس کے جنازے کی نماز حضرت حذیفہ پڑھتے اس کے جنازے کی نماز آپ بھی پڑھتے۔ جس کی نماز جنازہ حضرت حذیفہ نہ پڑھتے آپ بھی نہ پڑھتے اس لئے کہ حضرت حذیفہ (رض) کو حضور ﷺ نے منافقوں کے نام گنوا دیئے تھے اور صرف انہی کو یہ نام معلوم تھے۔

کسی کا مال و دولت تمہیں مرعوب نہ کرے!

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُوْنَ۔ (توبہ۔85)

اور ان کے مالوں اور اولاد سے تعجب نہ کرو، اللہ یہی چاہتا ہے کہ انہیں ان چیزوں کے باعث دنیا میں عذاب دے اور ان کی جانیں نکلیں ایسے حال میں کہ وہ ناشکر گذار ہوں۔

Don’t impress by other’s wealth!

And let neither their wealth nor children impress you ˹O Prophet˺. Allah only intends to torment them through these things in this world, and ˹then˺ their souls will depart while they are disbelievers. (9:85)

The present verses carry the description of hypocrites who had avoided participating in the Tabuk expedition. Among such hypocrites, there were some rich people as well. Their affluent life could have made Muslims ask, ` when these people are so unacceptable with Allah, why did they have to get all those blessings in this world?'

In response, it was said that a little thinking would unfold the reality behind what they possess from worldly pleasures. These are no mercy and blessing for them. They love wealth, guard it and keep worrying as to how they can go on increasing it. They are never at peace. They collect things of comfort around them, but genuine peace and comfort never knock at their doors, for they are things of the heart. And since this engrossment in the pursuit of wealth makes them heedless towards the concerns of the Hereafter, they indulge in acts of disobedience to their Creator that in turn becomes the cause of their punishment.

جھوٹی معذرت دے کر خوش رہنے والے!

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ۔ (توبہ۔87)

وہ خوش ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے معذورین کے ساتھ رہ جائیں اور ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی ہے سو وہ نہیں سمجھتے۔

They preferred to (send false apology and) stay behind with the disabled, and their hearts have been sealed so they do not comprehend. (9:87)

اصحاب الخیرات

اصل بھلائی کے حقدار: سچے اہل ایمان!

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (توبہ۔88)

لیکن رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان والے ہیں وہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں، اور انہیں لوگوں کے لیے بھلائیاں ہیں، اور وہی نجات پانے والے ہیں۔

People who deserve goodness!

But the Messenger and the believers with him strived with their wealth and their lives. They will have all the best, and it is they who will be successful. (9:88)

فوز عظیم: بڑی کامیابی کے حقدار

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔(توبہ۔89)

اللہ نے ان کے لیے جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

Real Success!

Allah has prepared for them Gardens under which rivers flow, to stay there forever. That is the ultimate triumph. (9:89)

دسویں پارے کا آخری رکوع: وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ۔۔۔ (توبہ۔90)

رکوع کے تفسیری موضوعات

تبوک: بغیر وسائل گرمی میں صحرائی مہم۔ آزمائش، کھرے اور کھوٹے کا فرق واضح ہو گیا، اعراب کی خود ساختہ معذرتیں، معذّرین کی اقسام، حقیقی معذّرین کو استثناء (لیس علی الضعفاء۔۔)، عذر شرعی والوں کو کوئی ملامت نہیں۔

تبوک: بغیر وسائل گرمی میں صحرائی مہم۔ آزمائش

اعراب کی خود ساختہ معذرتیں

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَـهُـمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّـٰهَ وَرَسُوْلَـهٗ ۚ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْـهُـمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (توبہ۔90)

اور آپ کے پاس بدوی معذرت کرنے والے بھی آ گئے کہ انہیں بھی گھر بیٹھنے کی اجازت دے دی جائے۔ اور وہ بھی بیٹھے رہے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا تھا، ان میں سے جو کافر ہیں عنقریب انہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔

Excuses for exemption!

Some nomadic Arabs ˹also˺ came with excuses, seeking exemption. And those who were untrue to Allah and His Messenger remained behind ˹with no excuse˺. The unfaithful among them will be afflicted with a painful punishment. (9:90)

بدوی عربوں سے مراد مدینہ کے اطراف میں رہنے والے دیہاتی اور صحرائی عرب ہیں جنہیں عام طور پر بدو کہا جاتا ہے۔ ان معذّرین کے بارے میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔

بعض کے نزدیک یہ شہر سے دور رہنے والے وہ اعرابی ہیں جنھوں نے جھوٹے عذر پیش کر کے اجازت حاصل کی کہ انہیں اس تبوک کی مہم سے مستثنیٰ رکھا جائے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ یہ واقعی معذور افراد تھے جو حقیقتاً کسی شرعی عذر کے باعث غزوہ تبوک میں شامل نہ ہوسکتے تھے۔

تیسری قسم ان بدویوں کی بھی تھی جنہوں نے آکر عذر پیش کرنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی اور گھروں میں ہی بیٹھے رہے۔

ان عذرات کے جواب میں پر یہ آیت نازل ہوئی، جس نے بتلادیا کہ ان کا مصنوعی عذر قابل قبول نہیں، اس لئے ان کو عذاب کی وعید سنائی گئی، البتہ اس کے ساتھ یہ اشارہ فرمادیا کہ ان میں سے بعض کا عذر کفر ونفاق کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ طبعی سستی کے سبب تھا وہ عذاب کی وعید میں شامل نہیں۔

حقیقی معذورین کو استثناء

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (توبہ۔91)

ضعیفوں پر اور بیماروں پر اور ان پر جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ بھی نہیں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی کرتے رہیں، ایسے نیک کاروں پر الزام کی کوئی راہ نہیں، اللہ تعالٰی بڑی مغفرت اور رحمت والا ہے۔

Disable People are exempt

There is no blame on the weak, the sick, or those lacking the means, as long as they are true to Allah and His Messenger. There is no blame on the good doers. And Allah is All-Forgiving, Most Merciful.

سابقہ آیات میں ایسے لوگوں کے حالات کا بیان تھا جو درحقیقت جہاد میں شرکت سے معذور نہ تھے مگر سستی کے سبب عذر کرکے بیٹھ رہے، یا ایسے منافق جنہوں نے اپنے کفر و نفاق کی وجہ سے حیلے بہانے تراش کر رسول اللہؐ سے اجازت لے لی تھی، اور کچھ وہ سرکش بھی تھے جنہوں نے عذر کرنے اور اجازت لینے کی بھی ضرورت نہ سمجھی، ویسے ہی بیٹھ رہے، ان کا غیر معذور ہونا اور ان میں جو کفر و نفاق کے مرتکب تھے ان کیلئے عذاب کی وعید سابقہ آیات میں بیان ہوئی ہے۔

مذکور آیات میں ان مخلص مسلمانوں کا ذکر ہے جن کا عذر شرعی تھا وہ واقعی معذور تھے جس کی وجہ سے غزوہ تبوک میں شرکت سے قاصر رہے، ان میں کچھ تو نابینا یا بیمار معذور تھے جن کا عذر کھلا ہوا تھا، اور کچھ وہ لوگ بھی تھے جو جہاد میں شرکت کے لئے تیار تھے، بلکہ جہاد میں جانے کے لئے بے قرار تھے، مگر ان کے پاس سفر کے لئے سواری کا جانور نہ تھا، سفر طویل اور موسم گرمی

کا تھا، انہوں نے اپنے جذبہ اور سواری نہ ہونے کی مجبوری کا ذکر کر کے رسول اللہؐ سے درخواست کی کہ ہمارے لئے سواری کا کوئی انتظام ہو جائے۔

عذر شرعی والوں پر کوئی ملامت نہیں!

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ۔ (توبہ۔92)

اور ان لوگوں پر بھی کوئی گناہ نہیں کہ جب وہ تیرے پاس آئے کہ تو انہیں سواری دے تو تم نے کہا میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ تمہیں اس پر سوار کر دوں، تو وہ لوٹ گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اس غم سے کہ ان کے پاس خرچ موجود نہیں تھا۔

No blame on those with valid excuses!

Nor ˹is there any blame on˺ those who came to you ˹O Prophet˺ for mounts, then when you said, "I can find no mounts for you," they left with eyes overflowing with tears out of grief that they had nothing to contribute.

جھوٹے عذرات

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (توبہ۔93)

(الزام کی) راہ تو فقط ان لوگوں پر ہے جو آپ سے رخصت طلب کرتے ہیں حالانکہ وہ مالدار ہیں، وہ اس بات سے خوش ہیں کہ وہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں اور معذوروں کے ساتھ رہیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، سو وہ جانتے ہی نہیں (کہ حقیقی سود و زیاں کیا ہے)

False excuses!

Blame is only on those who seek exemption from you although they have the means. They preferred to stay

behind with the helpless, and Allah has sealed their hearts, so they do not realize ˹the consequences˺. (9:93)

ایسے لوگ جو خدمت دین کے لیے بے تاب ہوں، اور اگر کسی حقیقی مجبوری کے سبب سے یا ذرائع نہ پانے کی وجہ سے عملًا خدمت نہ کر سکیں تو ان کا شمار اللہ کے ہاں خدمت دین انجام دینے والوں ہی میں ہو گا اگرچہ انہوں نے عملا کوئی خدمت انجام نہ دی ہو۔ یہی بات ہے جو غزوہ تبوک سے واپسی پر دوران سفر نبی کریمؐ نے اپنے رفقا کو خطاب کرتے ہوئے فرمائی تھی کہ: ان بالمدينة اقوامًا ما سرتم مسيرا ولا قطعتم واديا الا كانوا معكم۔ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم نے کوئی وادی طے نہیں کی اور کوئی فاصلہ طے نہیں کیا جس میں وہ تمہارے ساتھ ساتھ نہ رہے ہوں"۔ صحابہ نے تعجب سے کہا "کیا مدینہ ہی میں رہتے ہوئے؟" فرمایا "ہاں، مدینے ہی میں رہتے ہوئے۔ کیونکہ مجبوری (عذر شرعی) نے انہیں روک لیا تھا ورنہ وہ خود رکنے والے نہ تھے"۔

تفسیر قرآن پر اپنی قیمتی تجاویز، آراء، اور تبصروں سے ضرور آگاہ فرمائیں

For Feedback, Comments and Suggestions Please Contact:

Mobile: +44 785 3099 327

Email: hafizmsajjad@gmail.com